# تہافۃ الفلاسفۃ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تجزیہ وتبصرہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی ☆

**Abstract:**

Imam Ghazali is one of the prominent figure in learned personalities of the world. Hi did a lot of work in different fields and areas of Islam. Tahafat-ul-Philosopha is one of his famous and extra ordinary work. In this literary book he negated the thoughts of those philosophers who believed on rational philosophy. The most important and wonderful thing is that he did not ignored rational trends but he rejected these thoughts through pious and positive wisdom and he did accountability of such these unbelievable thinking, those thoughts of Imam Ghazali are so heavy and justified that no one could criticize them till this period.

**Key Word:**

Ghazali, Tahafat-ul-Philosopha, Negated, Philosophers, Rational, Philosophy, Wisdom, accountability, unbelievable thinking.

عظیم شخصیات اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتی ہیں کیونکہ ان کی بدولت کئی الجھے ہوئے مسائل سلجھ جاتے ہیں اور ذہنی پراگندگی اور انتشار سے نجات ملتی ہے۔ یہ لوگ پیش آمدہ رکاوٹوں کو دور کرتے ہیں اور شاہراہِ حیات کو ہموار کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی طویل تاریخ میں ایسے بہت سے نازک موڑ کئی بار آئے جب مایوسیوں اور بد

☆ صدر مرکزِ تحقیق فیصل آباد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گمانیوں نے فضا کو مکدر کیا اور انسانی فکر اضطراب کا شکار ہوئی اور بے یقینی کی گھمبیر فضا محیط ہوئی۔ ایک ایسی ہی کیفیت تھی کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ علم پر مہر درخشندہ کی صورت نمودار ہوئے، خلافتِ عباسیہ کے زیر سایہ سلطنتِ اسلامیہ کی حدود عرب کے جزیرہ نما سے تجاوز کر چکی تھیں اور متعدد عجمی ممالک مملکتِ اسلامیہ کا جزو بن چکے تھے اور جو باہر بھی تھے ان پر بھی اسلامی تعلیمات کی پرچھائیاں پڑ رہی تھیں۔ اس لیے پوری معلوم دنیا کی توجہ کا مرکز اسلام اور اسلامی تعلیمات تھیں۔ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ نظری تعلیمات کے بارے میں متبعین اور معاندین کا رویہ ایک سا نہیں ہوتا۔ مخالف کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تعلیمات کے ان گوشوں کی نشاندہی کرے جو ان کے گمان بلکہ یقین کے مطابق عقل و فکر کے تسلیم شدہ معیار پر پورا نہیں اترتے۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ خود ایک سانچہ تیار کرتا ہے اور پھر ہر مسئلہ کو اس کے حوالے سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے اور ذاتی پسند و ناپسند کو معیار بنا لیتا ہے۔ یونانی علوم تعقل پسندی اور فکری جلا کے مظہر سمجھے جاتے تھے۔ یونانیوں کا منطقی طرزِ استدلال دلچسپی کا موجب بھی تھا اور حیرت کا باعث بھی۔ ان علوم نے مسلم معاشرہ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اہلِ علم و دانش دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ قرآن و حدیث کی حجت پر ایمان رکھنے والے اہلِ نقل (Orthodox) کہلائے اور فلسفۂ یونان کے متاثرین اور عقل و شعور کو فیصلِ اعلیٰ تسلیم کرنے والے اہلِ عقل (Philosopher) شمار ہوئے، اس طرح فلسفہ و روایت کا تصادم رونما ہوا، اس تقسیم نے شدت کو جنم دیا اور باہم نزاع، تردید و جدال کی صورت اختیار کر گیا۔ شروع میں یہ علمی مباحث تھے مگر بعد میں طعن و تشنیع حتیٰ کہ کفر و شرک کے معرکے بن گئے، یونانی فلسفے اور مابعد الطبیعاتی (Meta Physics) مسائل نے ذہنی جمناسٹک کی حوصلہ افزائی کی، ان مسائل میں صفاتِ الٰہیہ کے قدم و حدوث کا مسئلہ، عالم کے حادث ہونے کی نفی کا مسئلہ، گناہ کبیرہ کے انجام کا مسئلہ، شفاعت کے امکان و عدم امکان کا مسئلہ اور باہمی جدال کے نقطۂ عروج خلق قرآن کا مسئلہ، معتزلہ، باطنیہ، ملاحدہ، فلاسفہ، صوفیہ اور محدثین اس دور کے نمائندہ گروپ تھے۔

یونانی فلسفہ نے مذہبیات کو عقلی استنباط اور منطقی استخراج کے حوالے سے جانچنے کی ترغیب دی تھی۔ عرب فلسفیوں میں الکندی (Al-Kindi) پہلا شخص ہے جس نے نویں صدی ہجری کے نصف اول پر یونانی اثرات کا عربی میں وجود نمایاں کیا۔ دائرہ معارفِ برطانیہ میں ہے کہ:

> "His writings show him to have been a diligent student of Greek and Hellenistic author is Philosophy and point familiarity with Indian arithmetic."[1]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فلسفہ سے مسلمانوں کی دلچسپیاں فزوں تر ہوتی گئیں۔ الفارابی نے ان علوم میں اس قدر شہرت حاصل کی کہ ارسطوثانی کہلایا۔ الفارابی کی فلسفیانہ نگارشات کے بارے میں کہا گیا:

"Behind this public or exoteric aspect of Al-Farabi under stood a massive body of more properly philosopher or scientific inquiries, which established his reputation among Muslims or the greatest philosophical authority after Aristotle, a great interpreter of the thought of Plato and Aristotle and their commentators, and a master to whom almost all major Muslims as well as number of Jewish and Christian philosophers turned for a fuller understanding of the controversial, troublesome and intricate questions of philosophy."(2)

ابوعلی سینا(Avicenna) کو عربی فلسفہ کا اہم ترین اور نمائندہ عالم کہا جاتا ہے جس نے فلسفۂ یونان کے زیر اثر پیدا ہونے والے مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے اور الفارابی کے کام اور فکر کو جو یونانی نظریات کا حامل تھا۔ مزید واضح کیا گیا کہ:

"Following Al-Farabi's lead Avicenna initiated a full-fledged inquiry into the question of being, in which he distinguished between essence and existence."(3)

الکندی، الفارابی اور ابن سینا کے زیر بحث مسائل نے عالم اسلام میں ایک ہنگامہ پیدا کر دیا تھا اگر چہ یہ مسلم فلسفی الٰہیات کی عظمت اور ضرورت سے انکاری نہ تھے مگر انہوں نے ان کی تاویل اور تشریح میں یونانی فکر کو یوں سمویا تھا کہ دینی علوم کے راسخ العقیدہ علماء ان سے بیزاری کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ لوگ اپنی دانش مندی اور منطقی رویے کی بنا پر علمائے روایت، محدثین حتیٰ کہ فقہاء کو کم تر خیال کرنے لگے تھے اور انہیں روایت پسندی کا طعنہ دیتے تھے۔ اس فلسفی گروہ نے عقلی مسائل کو دینی مسائل سے یوں پیوست کر دیا تھا کہ دین پر عامل عام انسان اُن کے نزدیک کسی توجہ کا مستحق نہ رہا تھا۔ مابعد الطبیعی مسائل کی بھول بھلیاں اور لفظی و اصطلاحی مغالطے بلند عقلی کے مظہر بنے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر عقیدہ اور ہر نظریہ عقلی استدلال کی بنا پر قابل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اخذ ٹھہرا، بعض مسائل میں وہ خود بھی حتمی رائے قائم نہ کر سکے تھے مگر انہیں بہرحال فلسفیانہ رویہ پر ناز رہا، اس سے اسلامی معاشرہ بے یقینی کی دلدل میں اُترتا گیا۔ یونانی علوم کو برتری حاصل رہی اور علوم نقلیہ (روایات) کو ثانوی حیثیت ملی، الٰہیاتی مسائل کی وہی توجیہہ لائق احترام ٹھہری جس کی سند یونان سے مہیا ہو جائے۔ افلاطون (Plato) اور ارسطو (Aristotle) کی عظمت ہر عظمت سے زیادہ قرار پائی، قرآن وحدیث کے طالب علم اس عقلی سربلندی کا ساتھ نہ دے سکے تو مسلم معاشرہ واضح طور پر دو گروہوں میں بٹ گیا۔ یہ تھی فضا اور یہ تھا ماحول جب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور نظریات نے اپنی سطوت منوانا شروع کی، امام صاحب نے کیا کارنامہ انجام دیا اور کس طرح ان نظریات کا محاکمہ کیا، اس پر مفصل گفتگو سے قبل مناسب ہوگا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اور علمی پیش رفت پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

امام غزالی ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء میں ایران کے قصبہ طوس میں پیدا ہوئے، طوس موجودہ مشہد کے قریب واقع تھا، نام ابو حامد محمد بن محمد الطوسی، الشافعی الغزالی ہے۔ ابتدائی تعلیم طوس اور پھر نیشاپور میں حاصل کی، نیشاپور میں امام الحرمین الجوینی کی صحبت حاصل رہی، اُن کے ساتھ ۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء تک رفاقت رہی جبکہ امام جوینی کا انتقال ہو گیا۔ دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے:

> "He was born at tus in 450/1058 and was educated there and at naishabur especially under al-Djuwaini, the imam al-Haramani, with whom he remained until the Imams death in 478/1085."(4)

امام الحرمین (۵) بلادِ شرقیہ میں شافعی علماء کے سرخیل سمجھے جاتے تھے۔ وہاں قرآن وحدیث کی تعلیم کے ساتھ علمی فضا کے ان منکرات سے بھی آگاہی ہوئی جو اس ماحول میں شک زدگی کا عنصر پیدا کر رہی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ Sceptical attitude showed it self in him from the first.(6) اشاعرہ کا طرزِ استدلال زیادہ اثر آفریں ہوا۔ صوفیانہ خیالات تو ان کو وراثت میں ملے تھے اور وہ ان خیالات ونظریات سے آگاہ بھی تھے اور ان پر عمل پیرا بھی مگر بایں ہمہ ان کا علمی تجسس ماحول کے اثرات قبول کر رہا تھا:

> "Although in a Sufi environment and practicing the sufi exercises, no impression was made on him by these, and he preferred rather to investigate theological and legal

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

subtleties. This began when he was under treaty with taklid, he had brace form the earliest youth."(7)

یہ اُن کی زندگی کا وہ بنیادی رجحان ہے جو ہمیشہ قائم رہا کہ اُن کی شہرت کی ابتداء مذہبیات اور علم فقہ کے ماہر کی حیثیت سے ہی ہوئی مگر عقلی توجیہہ اور فلسفیانہ طرز اخذ و ترک اُن کی زندگی کا عمومی رویہ رہا، امام الحرمین کی وفات کے بعد امام غزالی کو بغداد آنے کی دعوت ملی کہ وہاں سلجوق خاندان کا مضبوط تر وزیر نظام الملک علم کی قدر و قیمت پہچانتا تھا، بغداد اُن دنوں علم کا مرکز بھی تھا اور نظریات کے ٹکراؤ کا میدان بھی، نظام الملک کی کوششوں سے وہاں ایک عظیم تعلیمی ادارہ وجود میں آچکا تھا جو مدرسہ نظامیہ کہلاتا تھا۔ آپ کی علمی وسعت اور تحقیقی اپج کے پیشِ نظر مدرسہ نظامیہ میں بطور مدرس آپ کی خدمات حاصل کی گئیں، منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کا کہنا ہے کہ:

"In 1091(484 AH) after some years at the headquarters of Nizam-al-Mulk, the powerful vizir of the Seljuk Sultans, he was appointed professor, probably of jurisprudence, in the Nizamia college of Baghdad."(8)

آپ چار سال درس و تدریس میں مشغول رہے، آپ کا ذہن رسا معاملات کو سلجھانے کی خداداد صلاحیت اور مسائل کی تہہ تک بتعجیل اتر جانے کا ملکہ آپ کی شہرت کا باعث بنا، ہم عصر اساتذہ اور علماء میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ شہرت نے قدم چومے، متلاشیانِ علم حاضر ہونے لگے اور فیض پانے لگے مگر اس بے پناہ شہرت نے اُن میں ردِ عمل پیدا کر دیا اور ۴۸۸ھ / ۱۰۹۵ء میں مدرسہ چھوڑ دیا، لوگوں سے منقطع ہوئے اور بادیہ نشینی میں لذت محسوس کرنے لگے، کیا یہ ردِ عمل تھا؟ یا ابتداء ہی سے اُن کا ذہنی و فکری جھکاؤ ایسا تھا؟ یہ وہ سوال ہے جس کا مختلف انداز میں جواب دیا گیا مثلاً دائرہ معارف برطانیہ کا مقالہ نگار کہتا ہے:

"While lecturing to more than 300 students, al-Ghazali was also mastering and criticizing the Neo-Platonist philosophies of al-Farabi and Avecenna(Ibn-e-Seena). He passed through a spiritual crisis and rendered him

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

physically incapable of lecturing for a time."(9)

جبکہ دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار کہتا ہے کہ بغداد میں قیام کے دوران میں اُن کی یہ کیفیت ہوئی:

"During this time he became an absolute skeptic, not only as to religion but also as to the possibility of any certain knowledge. Skepticism he never overcome so far as philosophy was concerned.

For himself he labored to recover a possible intellectual and theological position and from 483 to 487(1090-94) studied diligent and the different school of thought around him especially philosophy."(10)

حقیقت یہ ہے کہ مشاہدہ حق اور تلاشِ حقیقت کا دور تھا، تقریباً دس سال کے قریب شام کے مختلف علاقوں میں گھومتے رہے، ہر مکتب فکر اور ہر مذہب کے علماء سے ملے، اُن کے خیالات معلوم کیے، اپنی متجسس اور حقیقت پسند طبیعت کی وجہ سے تجزیاتی عمل سے گزرتے رہے، ۴۹۹ھ/ ۱۱۰۵ء میں اُن کو دوبارہ تدریس کی طرف راغب کیا گیا اور نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں مقرر کیا گیا، اُن کی علمی و فکری کاوشوں کا یہ اثر ہوا تھا کہ ان کو مجددانہ حیثیت کو تسلیم کیا جانے لگا تھا اس لیے اُن کو دعوت دینے میں یہ خیال بھی موجود تھا کہ اُن سے احیاء امت کا فریضہ لیا جائے مثلاً کہا گیا کہ:

"A consideration In the decision was that a"re-newer" of the life of Islam was expected at the beginning of each century, and his friends argued that he was"re-newer" for the century beginning in September 1106i.e that is 6 century of Hijra."(11)

آپ چار سال تک تدریسی عمل سے وابستہ رہے مگر پھر ملازمت چھوڑ دی اور واپس طوس آ گئے اور وہاں ہی ۱۴ جمادی الآخری ۵۰۵ھ/ ۱۹ دسمبر ۱۱۱۱ء کو وفات پائی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے خلوت کے طویل ایام ہی میں تصنیفات کا نمایاں کام کیا اور اُن کی شہرہ آفاق کتاب ''احیاء علوم الدین'' (Ihya) اور دیگر کتب اس عزلت گزینی کے ثمرات ہیں، حالات کے تجزیے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مطالعہ کی وسعت سے اُن کے اندر اعتماد آ گیا تھا وہ خود کہتے ہیں:

''اسی حالت میں دس برس کے قریب گزر گئے، ان خلوتوں اور عزلتوں میں بہت سے امور و اسرار منکشف ہوئے جن کا احاطہ وشمار ناممکن ہے۔''

امام غزالی کی پچپن سالہ زندگی ایک ایسے متلاشی حق کی زندگی ہے جو مسلسل ذہنی سفر کر رہا ہے جس کے ہاں علم واردات میں ڈھلتا جاتا ہے جو علم اشیاء سے زیادہ علمِ حقائقِ اشیاء کا طلب گار ہے جو روایتی تسلیم ورِیا کا قائل نہیں بلکہ ہر معاملے میں حق الیقین کی منزل کا خواہش مند ہے جس کے ہاں علم خارج کا مسئلہ نہیں داخل کا وجدان ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ الغزالی عالم اسلام میں سب سے زیادہ اثر آفریں شخصیت کے مالک تھے اور ان کے اثرات بڑے نمایاں تھے، ڈاکٹر شوکت علی کہتے ہیں:

"A writer who can always be read with instructions, and one of the most interesting minds of the middle ages of Islam, is abu-Hamid, al-Ghazali."(12)

اور مزید کہا:

"Al-Ghazali was a scholar of unquestioned prolificacy."(13)

اُن کی رائے ہے کہ:

"The was hardly any branch of human knowledge that escaped the touch of his genius."(14)

پروفیسر سعید شیخ کی رائے ہے کہ:

"His combination of spiritualization and fundamentalism in Islam had such a meucel stamp of his powerful personality that it has continued to be accepted by the community since his time."(15)

امام غزالی کی ہمہ جہت شخصیت اُن کے ہمہ گیر مطالعہ اور ادراک کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے حقائق کی تلاش میں کسی قسم کے تعصب سے کام نہیں لیا، دریافت وانکشاف کی ہر صورت آزمائی اور کھلے دل سے سب کا مطالعہ کیا۔ خود کہتے ہیں:

"I poked into every dark recess and made an assault on

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

every problem. I plunged into every abyss. I scrutinized the creed of every sect and I fathomed the mysteries of each doctrine. All this I did that I might distinguish between the true and the false. There was not a philosopher whose system I did not against myself with, nor a theologian whose doctrines I did not examine. If ever I met a sufi, I coveted the probe into his secrets if an ascetic, I investigated into the basis of his austerities if one of the atheists zindiqs, I groped into the causes of his bold atheism."(16)

امام غزالی نے تالیفات وتصنیفات کی ایک طویل فہرست چھوڑی ہے جن میں بعض مختصر رسائل ہیں اور بعض مستقل تصنیفات جو اپنے موضوعات پر حرفِ معتبر کی حیثیت رکھتی ہیں، چار سو سے زیادہ اُن کی نگارشات کا ذکر کیا جاتا ہے اگرچہ بعض کتب کی نسبت پر شک بھی کیا گیا اور بعض غلط طور پر ان کے نام کے ساتھ منسوب ہو گئیں، بایں ہمہ اُن کی تصنیفات جو ہر شک وشبہ سے بالا ہیں اس قدر ہیں اور اس درجہ وقیع ہیں کہ اُن کی شہرت کے لیے مضبوط اساس مہیا کرتی ہیں۔ احیاء علوم الدین چار اجزاء اور چالیس کتب پر محیط ہے اور اسلامی تعلیمات کا وہ حسین مرقع ہے جس کی ہر سطر سے نورِ حق ہویدا ہے۔ کیمیائے سعادت، فارسی زبان میں دینی احکام کی جامعیت اور عقلی توجیہات پر مشتمل ہے۔ المنقذ من الضلال، راہِ حق کی واردات کا روزنامچہ ہے جس میں سالک کی راہ نمائی کے زریں اصول تحریر کیے گئے ہیں، اسی طرح المستقصٰی، الاقتصاد فی الاعتقاد، معیار العلم، مشکوٰۃ الانوار، مقاصد الفلاسفہ اور خصوصیت سے تہافۃ الفلاسفۃ اُن کی فکری تحریک کی نمائندہ کتب ہیں۔

تہافۃ الفلاسفۃ، فلاسفہ کے اعتمادِ عقلی پر بھرپور تنقید ہے مگر تعجب ہے کہ عقل کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ عقلِ سلیم کی بنیاد پر عقلی خلجان اور ذہنی بے راہ روی کا محاسبہ ہے۔ تہافۃ الفلاسفۃ نے دنیائے فلاسفہ میں کس قدر اضطراب پیدا کیا اُس کا اندازہ ابنِ رشد کی کتاب "تہافۃ التہافۃ" سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابنِ رشد جیسے فلسفی کو اس کی تردید کی ضرورت محسوس ہوئی اگرچہ وہ اپنی تمام تر کاوش کے باوجود امام غزالی کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اثرات زائل نہ کر سکے، محمد سعید شیخ کہتے ہیں:

"Albert the great(d.679/1280), Thomas Aquinas(d.673/1274) and Roger Becon(d.694/1294) all repeatedly mentioned the name of the author of the "Intensions of the Philosophers" along with Ibn-e-Sina and Ibn-e-Rushd as the true representatives of Arab Aristotelism but never did Arab Aristotelism find a more vigorous foe than al-Ghazali. His compendium in philosophy merely propaedeutic to his "tahafut-al-falasifa"(the incoherence of the philosophers) in which he leveled a devastating attack on the doctrine of the Muslim Peripatelies with a dialectic as subtle as any in the history of philosophy."(17)

امام غزالی کا عظیم کارنامہ اُس طریق فکر کی تاسیس ہے جس نے اسلامی تعلیمات پر اعتماد کا حوصلہ عطا کیا، آپ نے کھلے دل و دماغ کے ساتھ تمام مذاہب اور فکری مسالک کا مطالعہ کیا، ہر ظاہر سے باطن تک پہنچنے کی سعی کی اور اس دروں بینی کا ذوق اُن کو فطرتاً ودیعت ہوا تھا، خود کہتے ہیں: ''حقائقِ اشیاء کی دریافت کا ذوق مجھے ابتدائے عمر سے تھا، یہ اک قدرتی امر تھا جو خداوندِ تعالیٰ نے میری سرشت میں ودیعت کیا تھا۔'' اس تلاش و جستجو میں وہ کسی مرعوبیت کا شکار نہ تھے، وہ علم یقینی کے طالب علم تھے اور حقائق تک پہنچنے کی اُن میں اس قدر قوت آ گئی تھی کہ وہ نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''علم یقینی کے خطا و غلطی سے محفوظ و مامون ہونے پر یقین اس درجہ پختہ ہو کہ اگر کوئی شخص جو پتھر سے زرِ خالص اور لاٹھی سے سانپ بنا کر دکھا دے اور اس علم کے خلاف کہے اور اس کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرے تب بھی کسی قسم کا شک و شبہ اس علم کے متعلق پیدا نہ ہو سکے کیونکہ مجھ پر یہ ثابت ہو گیا ہے کہ دس تین سے زیادہ ہیں تو اب اگر کوئی مجھ سے کہے کہ نہیں تین زیادہ ہیں دس سے اور دلیل یہ دے کہ میں ابھی اس لاٹھی کو سانپ میں تبدیل کیے دیتا ہوں اور وہ مجھے ایسا کر کے بھی دکھا دے تو مجھے صرف اس بات پر تو تعجب ہوگا کہ اسے قلب ماہیت کی یہ قدرت کس طرح حاصل ہوئی لیکن میرے علم میں پھر بھی شک و شبہ کی کوئی رمق پیدا نہ ہوگی۔''(۱۸) ایسے ماحول میں جب فلسفہ یونان کے مبلغین کے استخراجات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلامی عقائد کو متزلزل کرنے کی کوشش کر رہے تھے امام موصوف نے کس عمدگی سے یہ حقیقت باور کرائی کہ عقلی استدلات اور منطقی استخراجات سے حقائق نہیں بدلتے اس لیے ان علوم کو اس حیثیت سے حاصل کیجیے کہ معتقدات پر اثر انداز نہ ہو۔ اُن کے نزدیک:

> "It was impossible to build theology on reason alone. Reason was good so far as it went, but it could not go very far. The ultimate, the supreme truth could not be reached through it."(19)

یہ فلسفیانہ حملوں کا رد تھا مگر سلاحِ دفاع اُسی اسلحہ خانہ سے لیا گیا تھا مگر استعمال اس مہارت سے ہوا تھا کہ متشکک ذہنوں کو یقین حاصل ہوا، محسوسات کی عظمت تسلیم کی اور ان کی افادیت کو سراہا مگر پوری زندگی کو انَ محسوسات کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا، یقین دلایا کہ حواس کا عطا کردہ علم اپنی محدودیت کی وجہ سے جزئی اعتماد کے لائق ہے:

> "He believed in the testimony of senses till it was contradicted by the verdict of reason. Well, perhaps there is above reason another judge who if he appeared would convict reason of falsity and if such third arbiter is not yet apparent it does not follow that he does not exists."(20)

عقل، حواس کی تہذیب و تنقیح کا نام ہے، حواس میں خطا کے عناصر ہیں تو عقل کیسے امامِ حیات بن سکتی ہے کہ یوں زندگی، جزوِ زندگی کی غلام بن جائے گی۔ امام موصوف کی آراء نے محفل فلاسفہ میں کھلبلی مچا دی اور جواب در جواب کا تسلسل شروع ہوا مگر امام غزالی کی مضبوط گرفت ہر دور میں اہلِ خرد کو متاثر کرتی رہی اور شخصیت کا سحر ہر کسی کو مرعوب کرتا رہا۔ مشہور مستشرق فلپ کے ہتی کہتا ہے:

> "Several factors contributed to the making of the message of our teacher/author appealing and effective. He brought an original mind to bear on all problems retreated. He took pains in reason logically and systematically and to express his conclusions with clarity and precision. His

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

treatment of philosophic and mystic doctrines made them palatable to theologians and set the patron for the development of Islamic thought. The vital spark supplied by his personal experience as he sampled the prevailing school of thought added to the value and acceptability of his teachings. In his orthodoxy, philosophy and mysticism found a happy combination. Posterity memorialized its respect by bestowing on him two basic titles the Imam and Hujjah(the supreme authority of al-Islam)."(21)

دائرہ معارف (امریکیتا) کا مقالہ نگار تھافتہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"In the Islamic world he was influential as a jurist, but his chief importance lies elsewhere. First, by private study, al-Ghazali mastered the neoplalonic philosophy of al-Farabi and Avicenna wrote a lucid exposition of it widely circulated in Latin under his labialized name Alghzel and then a divesting critique, the inconsistency(or incoherence) of the philosophers."(22)

دائرہ معارف مذہب و اخلاق کا مقالہ نگار اعتراف کرتا ہے کہ:

"As he is the final authoirty for orthodox Islam...... In Islam he hold single handed a position cooresponding to that shared by augustive and Aquinas in the christian church."(23)

تھافۃ الفلاسفۃ میں امام غزالی نے یونانی فلسفہ کے اثرات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے الٰہیاتی مسائل پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی ہے اور فلسفہ کی نارسائی کے تذکرے کے ساتھ فکری بنیادوں پر ان کا رد کیا ہے، یہ بظاہر فلسفہ کے بعض افکار کی نفی تھی جس سے مذہبیات کے عقائد کی تائید ہوتی تھی اس تردید کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باوجود امام موصوف پر فکری نفی کا الزام نہیں لگایا گیا، امام موصوف کی گرفت اور نقطۂ نظر کا اظہار کرتے ہوئے دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار کہتا ہے:

> "By speculative methods they couldnot be proved, but only by the direct knowledge with which God floods the heart of the bliever. By that personal experience the fact of prophetic revelation is establish and the truth of theological structure assured ...what al-asheri half consciously began, al-Ghazali writtongly finished."(24)

یہی وجہ تھی کہ دین ومذہب کی بات کرنے کے باوجود یورپ کے افکار پر امام غزالی کے اثرات نمایاں رہے کبھی بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ:

> "His indirect influence on European thought, even the most modern,has also been marked."(25)

ایک اور اعتراف:

> "Westren scholars have been so attracted by his account of his spiritual development that they have paid for more attention than they have other equally important Muslims thinkers."(26)

تہافۃ الفلاسفۃ میں امام غزالی کے طریقِ کار اور فکری نظریے کا حوالہ دیتے ہوئے ڈاکٹر شوکت علی کہتے ہیں:

> "In Tahafut-ul-Falasifa, our author also contends that philosophy is not a good yurdstick to measure the bais of the religion because the letter was derived from revelation intuition and inner experince of human beings, the listed twenty points in which Islam and philosophy could not get along well. He argued that philosophers

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

complete reliance on reason did not in all cases help in the search of reality behind life's be wildering panorama, Al-Ghazali's greatest contribution in this matter was that he integrated sevral philosophical concepts into the Islamic Theology, which narrowed the gap between the religious fundamentals and the philosophers."(27)

حقیقت یہی ہے کہ امام غزالی کا کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے فلسفہ کے ہائے چوبیں میں زندگی سے نہاد کرنے کی لچک پیدا کی، ملاحدہ کے نظریاتی مغالطوں کی نفی کی جو عام انسان کو الجھنوں میں ڈال رہے تھے، معتزلہ کے اعتماد عقلی کو مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر کیا اور تصوف کی گریز پائی کو پائے استقامت عطا کر کے معاشرے کی اصلاح کا ذمہ دار بنایا، عقلی ونقلی علوم میں تطابق پیدا کیا، تعلیمات کا استدلالی پہلو نمایاں کیا اور ثابت کر دیا کہ دین اپنی تعلیمات میں عقل وشعور کی معراج ہے، دین عقل کا دشمن نہیں بلکہ محافظ ہے یہ کام نہایت چابکدستی اور مہارت سے کیا گیا، فلسفیانہ الجھنوں کو علوم فلسفیہ کے حوالے سے حل کیا گیا اس طرح حجۃ الاسلام کا لقب پایا۔

## تہافۃ الفلاسفۃ کا تجزیہ:

تہافۃ الفلاسفۃ کے دیباچہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کی تدوین وترتیب کے محرکات پر بحث کی ہے کہ وہ کن حالات وداعیات سے متاثر ہو کر اس وضاحت کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

"I have observed that there is a class of men who believe in their seniority to others because of their greater intelligence and insight. They have abandoned all the religious duties Islam imposes on its followers. They taught at the positive commandments of religion which enjoy the performance of acts of devotion, and the abstinence from forbidden things."(28)

وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کی وضاحت یوں کی گئی:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"Trhe bereties of our time have heard the inspiring names of people like Socrates, Hippocrates, Plato, Aristotle etc. They have been deceived by the exaggeration made by the followers of these philosophers."(29)

چونکہ یہ حکماء فلاسفہ علوم و فنون کے موجد تھے اس لیے اُن کی عقل و دانش کا کوئی ہم سر ممکن نہیں اور اُن کی تقلید میں جمود کا یہ نتیجہ نکلا کہ مذہب سے بغاوت، فکری صلاحیت اور ذہنی پختگی کی دلیل اور علامت سمجھی گئی۔ اعتماد کی یہ حالت ہوئی کہ حقائق سے انکار ہونے لگا اور آباء و اجداد کی دینی روش سے انحراف بالغ نظری قرار پایا۔ کہتے ہیں:

"They flattered themselves with the idea that it would do them honor no to accept even the truth uncritically. But they had actually began to accept false hoed uncritically."(30)

اُن کا ایسے افراد کے حق میں فیصلہ ہے کہ:

"Surely, their simplicity is nearer to salvation than steride genius can be. For total blindness is less dangerous than oblique vision."(31)

اس لیے انہوں نے تہافۃ الفلاسفۃ لکھنے کا فیصلہ کیا تا کہ حقیقت کا چہرہ بے نقاب ہو سکے۔ کہتے ہیں:

"When I saw this vision of fully pulsating among these idiots, I decided to write this book in order to refute the ancient philosophers. I will expose the incoherence of their beliefs and inconsistency of their metaphysical theories."(32)

کتاب کی تالیف کا یہ مقصد بھی ہے کہ فلاسفہ قدیم کے نام پر اپنا الحاد پھیلانے والوں کا محاسبہ کیا جائے اور درست صورت حال کو بیان کر کے دین سے برگشتگی کے عناصر کی نفی کی جائے۔ فرماتے ہیں:

"This book is going to demonstrate that the ancient

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

philosophers, whose followers the ageists in your day claim to be, were really untainted with that is united to them. They never denied the validity of the religious laws of the contrary, they did believe in God, and did have faith in his messengers. Although in regard to the minor details, they sometimes faltered and went astray, and caused others to go astray, from the even path."(33)

فلاسفہ قدیم کی آراء بعض مسائل میں مشترک ہونے کے باوجود بہت حد تک مختلف ہیں، سب پر اعتماد کر کے ہر ایک کو موضوع بحث بنانا کتاب کو بے جا طول دینا تھا اس لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاسفہ یونان کے نظریات کے عظیم نمائندہ ''ارسطو'' کو موضوعِ نظر بنایا ہے۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ یونانی تراجم میں کئی الجھنیں تھیں اور بعض مباحث ان تراجم سے بھی پیدا ہو گئے تھے اس لیے تھافۃ الفلاسفۃ میں ارسطو کے نظریات کی دریافت کے لیے الفارابی اور ابن سینا کی تشریحات پر اعتماد کیا گیا ہے کہ یہی وہ لوگ تھے جن کے ذریعے یونانی فلسفہ نہ صرف عربی بلکہ پوری دنیا میں متعارف ہوا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ یونان کے سرِ گونہ مسائل کو موضوعِ گفتگو بنایا ہے۔ فرماتے ہیں:

"In the first place, the dispute is centered upon a mere word take for instance their use of the word'sab stance' for God, meaning thereby a being which is not in a subject, or a self-assisting being which does not need an external cause to continue it in existence."(34)

امام صاحب ایسی اصطلاحات (Terminology) کو موضوع بحث نہیں بنانا چاہتے اور:

"In the second place, there are those things in which the philosophers believe, and which do not come into conflict with any religious principle."(35)

مثلاً چاند گرہن کے بارے میں فلاسفہ کے نظریات کے یہ چاند اور سورج کے درمیان زمین کے حائل ہونے سے واقع ہوتا ہے، ایسے مسائل ہیں جو مذہب سے متصادم نہیں اس لیے ایسے مسائل کے حوالے سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فلاسفہ سے مذہب کا ٹکراؤ دانش مندی نہیں، اس لیے کہتے ہیں:

"We are not interested in refuting such theories either for the refutation will serve no purpose."(36)

تیسری قسم اُن مسائل پر مشتمل ہے جن میں عقائد کا رد ہوتا ہے اور دینی نظریات کی نفی ہوتی ہے۔ اس لیے کہتے ہیں:

"In the third place, there are philosophical theories which come into violent conflict with the fundamental principles of religion e.g the religious doctrines of the world's beginning in time of the attributes of the Creator and the resurrection of bodies. All these things have been denied by the philosophers."(37)

امام غزالی نے اپنی کتاب کے مباحث کو ان تیسری قسم کے مسائل تک محدود رکھا ہے۔ اس ابتدائی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف کو موضوعات کی تقسیم، طریق بحث اور اندازِ وضاحت پر پورا عبور حاصل ہے اس لیے وہ اپنی توانائیوں کو غیر متعلق یا ضمنی مباحث میں صرف نہیں کرنا چاہتے۔ اُن کے دل میں فلاسفہ کے خلاف نفرت نہیں اس لیے کہ وہ اُن کی کاوشوں کو سراہتے ہیں مگر بایں ہمہ ان کے نزدیک فلاسفہ کو پیغمبر بنا کر پیش کرنا اور خطا ولغزش سے معصوم تصور کرنا، نہ اُن کے ساتھ انصاف ہے اور نہ انسانی فکر کی حریت کے ساتھ، اس لیے انہوں نے ریاضی یا منطق سے متعلق مباحث کو اس کتاب کے موضوعات میں شامل نہیں کیا بلکہ منطقی مسائل کے لیے اپنی مستقل کتاب ''معیار العلم'' کا حوالہ دیا ہے۔ اخذ وترک کے اس جائزے سے محسوس ہوتا ہے کہ امام موصوف کا ذہن انتہائی بالیدہ اور فکر ممکن حد تک آزاد ہے، موضوع پر گرفت کا وہ فن جانتے ہیں اور گفتگو کے اسلوب اور مباحث کی حدود سے آشنا ہیں، اسی لیے وہ اپنی توانائی کو ضائع نہیں کرتے بلکہ صرف اُن مباحث کو مرکزِ نظر اور موضوعِ بحث بناتے ہیں جو اُن کے نزدیک فلسفیانہ روش سے معاشرتی اضطراب کا باعث بنے ہیں۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد امام غزالی نے اپنی کتاب کے مباحث کی ایک فہرست درج کی ہے کہ وہ کہاں سے ابتدا کرنا چاہتے ہیں اور اُن کی پیش رفت کا معیار کیا ہے۔ بیس مسائل پر سرسری سی نظر واضح کر دیتی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے کہ مباحث کی ترتیب میں منطقی ربط کارفرما ہے اور اول کو اولیت دی گئی ہے اور انسانی فکر کے لیے وہی اندازِ سفر اختیار کیا گیا ہے جو موضوع سے موضوع کی نشاندہی کرے اور تدریج کے علمی رویے کی پاسداری کر سکے۔ ان مسائل پر ناقدانہ جائزہ میں اُن کی سوچ کا رُخ بھی واضح ہوگا اور ایک کی بنیاد پر دوسرے بحث کی تفہیم میں آسانی بھی ہوگی، امام صاحب نے اپنی رائے اور ناقدانہ تبصرے سے قبل ان مسائل کی فہرست دی ہے اور پھر ایک ایک مسئلہ کو فلاسفہ کے حوالے سے درمیانہ روش کے ساتھ پیش کیا ہے، فلسفی نظریہ کی پیشکش میں پوری دیانت داری ملحوظ رہی ہے اسی لیے تو ان کے ناقدانہ رویہ پر کلام تو کیا گیا ہے مگر مسئلہ کی نوعیت کی وضاحت اور پیش کش پر اعتراض نہ ہوا، یہ رویہ علمی برتری کا غماز ہے کہ ترجمانی میں ذاتی پسند و ناپسند کو دخل اندازی کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ مسائل یہ ہیں:

1- The refutation of their belief is the eternity of the world.

2- The refutation of their belief is the everlasting nature of the world.

3- Their dishonest assertion that God is the creator of the world and that the world is his product.

4- Demonstration of their inability to affirm the creator.

5- Demonstration of their inability to prove the impossibility of two Gods by a rational argument.

6- Refutation of their denial of the divine attributes.

7- Refutation of their theory that the divine being is not divisible into genus and filler netia.

8- Refutation of their theory that the first principle is a simple unqualified being.

9- Demonstration of their inability to show that the first principle is not body.

10- The thesis that they are bound to affirm to eternity other world

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

,and deny the creator.

11- Demonstration of their inability to maintain that the first principle knows anyone other than himself.

12- Demonstration of their inability to maintain that He knows himself.

13- Refutation of their doctrine that the first principle does not know the particulars.

14- Refutation of their doctrine that the heaven is a living being whose movements are voluntary.

15- Refutation of their theory of the purpose of the heaven's movement.

16- Refutation of their doctrine that the souls of the heavens knows all the particulars.

17- Refutation of their belief is the impossibility of a departure from the natural course of events.

18- Refutation of their theory that the soul of man is the substance which exist in itself, and which is neither body nor a accident.

19- Refutation of their belief in the impossibility in the annihilation of the human souls.

20- Refutation of their denial of the resurrection of bodies, which will be followed by feelings of pleasure and pain produced by physical cause of these feelings and paradise and hell. (38)

ان مسائل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب الٰہیات سے متعلق ہیں یا اُس سے متعلقہ ضمنی مسائل ہیں۔ ان مسائل پر گفتگو میں توازن برقرار رکھا گیا ہے اور روایتی فتویٰ بازی نہیں کی گئی، آراء کا اختلاف، سوچ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا فرق اور حقیقت کی دریافت کی نارسائی پر ہی محمول کیا گیا ہے بلکہ ان بیس میں سے سترہ کی بنا پر کوئی حد نہیں لگائی گئی اور نہ ہی خلافِ اسلام قرار دے کر اُن کی تکفیر کی گئی ہے۔ ان میں سے مسئلہ نمبر ا، مسئلہ نمبر ۱۳ اور مسئلہ نمبر ۲۰ ہی ایسے ہیں جن میں غلط سوچ سے عقائد پر زد پڑتی ہے اس لیے ان کا مکمل رد بھی کیا گیا اور ان پر اسلام سے انحراف کا فتویٰ بھی دیا گیا، پروفیسر سعید کہتے ہیں:

> "Al-Ghazali charges the philosophers with infidelity on three counts viz (1) eternity of the world; (2)denial of God's knowledge of the particulars and (3) denial of bodily resurrection. For the rest their views are reretical or born of religious indifference. But in all they are involved in contradictions and suffer from confusion of thought."[39]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا رُخِ خطاب اگرچہ تمام فلاسفہ کی طرف ہے جن کے ہاں ان مسائل کو اہمیت دی گئی اور آراء قائم کی گئیں لیکن آپ کا زیادہ تر دیدی زور ان حکماء کے لیے ہے جو یونانی فلسفہ سے متاثر ہوئے اور انہوں نے ملت اسلامیہ میں اُن کے نظریات کو عام کیا، آپ فلسفہ کے مطالعہ کے خلاف نہ تھے بلکہ آپ کی پہلی شناخت اسی حوالے سے تھی مگر اعتراض یہ تھا کہ مسلم حکماء نے یونانی فکر پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کیا اور اپنی صلاحیتیں بروئے کار نہیں لائے، الکندی ہوں یا الفارابی یا ابن سینا، یہ وہ لوگ تھے جو فلسفہ میں اپنا مقام رکھتے تھے مگر ان کی ذہنی مرعوبیت ان کو ثانوی حیثیت اختیار کرنے پر مجبور کر گئی اور شارح ارسطو ہونے ہی میں عظمتِ خیال کی گئی۔ اس طرح ذہنی رسائیوں کا وہ مرحلہ نہ آیا جو ناگزیر تھا بلکہ یونان کے فلسفہ کو حرفِ آخر سمجھ کر الہام سے بھی برتر حیثیت دے دی گئی، امام غزالی کے نزدیک یہ بے توفیقی تھی، فکر انسانی کو یونان کے حصار میں بند نہ ہونا چاہیے تھا، آپ معتزلہ کی کاوشوں کے معترف تھے اور اشاعرہ کے ساتھ اُن کے ذہنی رابطے رہے تھے مگر ان کے فکر نے اُن پر یہ حقیقت منکشف کر دی تھی کہ الہیاتی مسائل کو یوں چیستان نہیں بنانا چاہیے اور الہامی راہنمائی سے انکار نہ کرنا چاہیے جبکہ عقلی تقاضوں کی تشفی بھی ہو رہی ہو۔

سب سے پہلا مسئلہ جو اساسی نوعیت کا ہے اور جس میں اختلاف رائے سے عقائد اسلامیہ پر زد پڑتی ہے اور جو امام موصوف کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، قدم عالم کا ہے، فلاسفہ اور حکماء قدم عالم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے قائل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ایسا نہ ہو تو عالم کی کوئی توجیہہ ممکن نہیں ہے، اسی یقین کے اُن کے پاس بعض دلائل ہیں، امام غزالی نے اُن کے دعاوی کو بڑی وضاحت سے نقل کیا پھر ان کی زبان اور انداز میں محاکمہ کیا ہے، حکماء کے دلائل چار بنیادوں پر ہیں جن میں ہر ایک کو ان کے الفاظ اور دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا اور پھر ان کے تناقضات کو بیان کر کے ابطال کیا گیا۔

حکماء کی پہلی دلیل یہ ہے کہ ہر معلول کی علت ہوتی ہے (Every Effect has a Cause) اور یہ حیاتِ انسانی کا قضیہ ہے۔ یہ عالم موجود ہے اس لیے اس کی وجود بخشی کی بات کی جاتی ہے مگر جب یہ نہ تھا تب بھی اس کے وجود پذیر ہونے کا امکان تو تھا، اور ممکن ہونا ایک صفت ہے جس کا موصوف ہونا چاہیے اس لیے عالم ممکن الوجود ہی قدیم تو ہے۔ امام غزالی کا کہنا ہے کہ یہ مغالطہ ہے کہ اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے اور ممکن کے وجود کو تسلیم کر لیا جائے تو خود حکماء کی تقسیم کہ ذات باری واجب الوجود ہے۔ بعض ممکن الوجود ہیں جبکہ بعض ممتنع الوجود یعنی جن کا وجود ممکن ہی نہیں تو اس صورت میں صفت کا بھی کوئی موصوف چاہیے اور اگر مان لیا جائے تو یہ ممتنع کیونکر رہی، اس دلیل میں داخلی تضاد موجود ہے اس لیے باطل ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ شریک باری ممتنع ہے تو امتناع کی صفت کا موصوف شریک باری ہوا۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ شریکِ باری خارج میں موجود ہے؟ اگر ممتنع (Impossible) کے بارے میں وجود خارج ثابت نہیں تو ممکن (Possible) کے لیے کیوں؟ اب دوسرا سوال کہ:

> "Why did He not originate the world before its origination It is not possible to say' because of his inability to bring the world into existence nor could one say"because of the impossibility of the world's coming into being for this would mean that He changed from inability to prove, or that the world changed from impossibility to possibility and both senses are absurd. Nor can it be said that, before the time of the origination of the world, there was no purpose and that a purpose merged later. Nor is it possible to ascribe to the lack of means and one stage,

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

and to its existence at another."(40)

حکماء کا کہنا ہے کہ ان اشکال سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ سب ارادۂ الٰہی کا نتیجہ ہے۔ اُس نے جب ارادہ کیا تو عالم موجود ہو گیا مگر اس سے ایک اور سوال ابھرا کہ ارادہ ہوا دلیل ہے کہ پہلے نہ تھا کیونکہ عالم کا اب موجود ہونا اس اعتراض کی زد میں ہے کہ اب کیوں وجود ملا، پہلے کیوں نہیں؟ اور کیا یہ وجود پذیری کسی خارجی اثر کا نتیجہ ہے؟ سوال یہ ہے کہ اب کیوں، پہلے کیوں نہیں؟ کیا پہلے وجود میں آنا کسی طاقت، مقصد، نوعیت یا ذریعہ کے فقدان کا اثر ہے؟ اگر جواب یہ ہے کہ صرف ارادہ ہی ہے جو کسی خاص مرحلے میں ظہور پذیر ہوا؟ مگر کیا یہ حادث، واجب سے ظہور پذیر ہوا حالانکہ یہ ممکن نہ ہے یہ بھی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ واجب کی حیثیت میں کوئی تبدیلی رونما ہوگئی ہو، اس طرح تو قدیم میں تغیر کا وجود ماننا پڑے گا جو حدوث کی نشاندہی کرے گا، ان دلائل کی بنیاد پر فلاسفہ کا کہنا ہے:

"And now that the world has he proved(always) to have existed, and the impossibility of its beginning in time has been shown, it follows that the world is extend."(41)

امام غزالی نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ فلاسفہ کا اعتراض اور اُن کے دلائل کی مختلف بنیادوں کا ذکر کیا اور پھر ان پر اعتراض وارد کیے اور صورت مسئلہ کی وضاحت کی، ساری گفتگو میں چابک دستی اور مسئلہ کی ہر صورت پر مکمل گرفت واضح ہے۔

امام غزالی کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ''ارادۂ الٰہی'' کو انسانی ارادہ پر قیاس کرنے سے یہ اشکال پیدا ہوا ہے الزامی جواب یہ دیا گیا کہ یہ دعویٰ کہ حادث کا واجب تصور کیسے کر سکتا ہے، دلیل چاہتا ہے، اگر یہ واضح اور بدیہی ہے تو پھر اختلاف کیوں ہے؟ اور اگر یہ نظری دلیل ہے تو اختلاف کرنے کا ہر صاحب فہم کو حق حاصل ہے اس لیے اس کی قطعیت پر اصرار نہ چاہیے ان کا کہنا ہے:

"But if you claim that this impossibility is known as a self-evident fact, why do not you opponents share this knowledge with you."(42)

امام موصوف نے فلاسفہ کے اسلحہ خانہ ہی سے وہ قوت حاصل کی جو ان کے نزدیک ان کے اعتماد کی مضبوط بنیاد تھی اور داخلی تضادات کے حوالے اور تسلیم شدہ حقائق سے ہم مثل حقائق کا استخراج کیا، امام

موصوف کا کہنا ہے کہ ارادۂ الٰہی، انسانی ارادہ کی طرح نہیں جیسا کہ علم الٰہی، انسانی علم سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، فلاسفہ تسلیم کرتے ہیں کہ ذات باری کا علم تمام کلیات کو محیط ہے اس پر اعتراض ابھرا کہ ایسا علم تین جہتوں کا حامل ہے، عالم، علم اور معلوم، اس پر اعتراض کی نوعیت یہ ہوئی کہ یوں تثلیث کا تصور ابھرا، اسی لیے فلاسفہ نے اعتراف کیا کہ علمِ الٰہی کو انسانی علم پر قیاس نہیں کرنا چاہیے وہ کہتے ہیں:

"But you say that external knowledge cannot be conceived of on the analogy of temporal knowledge. the impossibility involved in the above mentioned theory was felt by certain people among yourselves. Consequently, they said that He does not know anything but Himself, and that , there fore, knowledge knower and the known thing are all one i.e Himself."(43)

اس کا نتیجہ یہ نکالا گیا کہ علم الٰہی، انسانی فکر میں آنے والا نہیں، جب یہ تسلیم کر لیا کہ علم اُس ذات باری کا سب کو محیط ہے مگر اس احاطہ کی نوعیت اور حیثیت انسانی ادراک میں نہیں آتی مگر اس سے علم کی نفی نہیں ہوتی تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علم پر ارادہ کو کیوں نہیں قیاس کر لیا جاتا اور ارادہ الٰہی کی توجیہہ و وضاحت کو انسانی ارادہ کے حدوث اور تفسیر کے حوالے سے کیوں جانچا جاتا ہے؟ اس لیے انسانی ارادے کی طرح اس ارادہ الٰہی کا کسی اور کو محرک ماننا بے حقیقت ہے، یہ اشکال کہ دو مماثل حقائق میں سے کسی ایک کا انتخاب کیسے ہو؟ اور ارادہ کس طرح اثر انداز ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

"If a thirsty man has before him two glasses of water, which are equal in all aspects as far as his purpose is concerned. He can not true either of the two unless he thinks that one of the two is prettier, or lighter or nearer to his right hand, or has some other cause-apparent or invisible- which give it a special character."(44)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط فہمی بھی ارادہ کو انسانی حوالہ دینے سے پیدا ہوئی ہے۔ ارادۂ الٰہی اس انتخاب کا نام ہے جو کسی چیز کو وجود بخشنے کے مرحلے سے متعلق ہے، لفظ ارادہ نہ کہ ہم نے تم کو پیدا کیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے، اگر لفظ کے بجائے اس کے مفہوم کو ذہن میں رکھا جائے تو یہ ایک صفت الٰہی ہے تو مغالطے دور ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ ہماری زبان کی محدودیت ہے کہ انسانی ارادہ اور الٰہی ارادہ کو ایک ہی لفظ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"Your comparison to the divine to human will is a false an analogy; as that between the divine and human knowledge.....if the world will cannot name this attribute, let assure another name, for names are not at issue at the moment . We had used the word 'will' on the authority of sacred law. Etymologically, hence, 'will' signifies something directed towards a purpose. In case of God, we cannot speak of a purpose. What , however, we are concerned with is the meaning, and not the words."(45)

امام غزالی نے اپنی دلیل کو عام فہم مثال سے واضح کیا، فلاسفہ کا کہنا تھا کہ کائنات کی گردش ایک ضابطہ کی پابند ہے اور یہ ضابطہ اپنے اندر مصلحت اور قیام کی ضرورت کی قوت رکھتا ہے اور یہ گردش دائمی اور ہمیشہ کے لیے ہے جس سے اس کی دائمی حیثیت یا قدم ثابت ہوتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مثال کو اس کے اندرونی تضاد کی بنیاد پر اپنی دلیل بنایا، اُن کا کہنا ہے کہ وہ گردش کی مختلف جہات سے انکاری نہیں ہیں مگر اُس پر ایک سوال ضرور کرتے ہیں:

"The highest sphere moves from east to west; and the one below it, vice versa. Now whatever is the result of the rules of the two spheres might be obtained even if the roles were reversed. i.e if the highest sphere moved from west to east and the one below it in the opposite manner... why, therefore., was one direction distinguished from another like it ??"(46)

اس کا جواب صرف یہ ممکن ہے کہ ایسا ہونا ارادہ الٰہی کی وجہ سے ہے اور وہی ارادہ کسی چیز کی حقیقت اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نوعیت متعین کرتا ہے جیسا کہ اس نے قطبین کا رُخ اور حیثیت کو قائم کیا ہے۔

## دلیل ثانی:

حکماء کی دوسری دلیل جو قدمِ عالم پر شاہد ہے وہ ''زمانہ'' کل قدامت کا تصور ہے، اُن کا کہنا ہے کہ ذاتِ باری کا تقدم یا تو ذاتی ہے یا زمانی، ذاتی سے مراد ہے کہ یہ تقدیم مرتبہ و مقام کے حوالے سے ہے جیسے ایک کو دو پر تقدم حاصل ہے، کہتے ہیں:

> "He may mean by it that God is prior is essence, not in time, as one is prior to two, for one is prior to two by nature, although it is possible that both should co-exist in time. Or Gods priority will, on this view, He like the priority of the cause to the effect."(47)

یا جیسے انسان کی اپنے سایے پر سبقت وغیرہ، یہ حرکات بیک وقت کہیں، سایے کی حرکت انسان کی حرکت کے ساتھ ہے اور ہم زمانہ ہے مگر اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دونوں ایک درجہ کی ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ اور زمانہ کی حقیقت ہے اگرچہ ایک قدیم ہے اور دوسری حادث ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ذاتِ باری کا تقدم زمانی مانا جائے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک زمانہ تھا جب ذاتِ باری تھی مگر زمانہ نہ تھا، اس کا مفہوم یہ ہوا کہ:

> "And therefore, God must have perceived the world during a period, which came to an end, but which had never begun. On this view, accordingly, there must be an infinite time before time.......Finally, the eternity of time is the measure of the motion...being necessary, it follows that the eternity of motion is also necessary." (48)

حکماء نے تصورِ زمان کو قدیم ماننے کے لیے متعدد دلائل دیے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تھا مگر کائنات نہ تھی تو یہ بھی کہا جانا چاہیے کہ ایک وقت آئے گا جب ''اللہ تعالیٰ'' ہو اور ''کائنات'' نہ ہوگی، اب تھا اور ہوگا زمانہ کی دو مختلف کیفیتوں کو ظاہر کرتے ہیں، یہ ممکن نہیں کہ ہم 'تھا' اور 'ہوگا' کو ایک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسرے کی جگہ استعمال کر لیں۔ اس سے نتیجہ نکالا تھا کہ 'تھا' گزرے ہوئے زمانہ پر دلالت کرتا ہے اور ''ماضی'' کے وجود کی خبر دیتا ہے، اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ:

> "Therefore, it is evident that before the existence of the world there was time, which passed and finally expired when the existence of the world began."(49)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصورِ زمان کی قدامت کے ان دلائل کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ذاتِ واجب کے ساتھ ذاتِ ممکن کو ماننے سے یہ کیسے سوچ لیا گیا کہ درمیان میں ایک تیسرا وجود ''زمانہ'' کا بھی ہے، یہ ترتیبِ کلام جس کی بنیاد پر یہ استنباط کیا گیا یہ تو انسانی تکلم کے حوالے سے ہے کہ انسان زبان وکلام کی محدودیت کا شکار ہے۔ ہمارے پاس اور کوئی ذریعۂ اظہار نہیں کہ اُس کا سہارا لے سکیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ایک مرحلہ تھا جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور کچھ نہ تھا نہ مخلوق جو عالم کی شکل میں ہے اور نہ زمان ومکان، پھر ایک مرحلہ آیا کہ عالم تخلیق ہوا اس سے غلط فہمی ہوگئی کہ پہلے بھی کوئی زمانہ تھا اور بعد میں بھی حالانکہ زمانہ تو تخلیق نہ ہوا تھا، ہم گفتگو کو اس حوالے کے بغیر با معنیٰ نہیں بنا سکتے حالانکہ اصل صورت یہ ہے کہ ''قبل از بعد'' کی بحث اُس وجودِ مغلق کے حوالے سے برمحل نہیں، ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ ''قبل'' سے ''قبل'' تھا یا جسے ہم اول یا پہلا کہتے ہیں وہ خود ہمارے حوالے سے ہے خالق کے حوالے سے نہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ عادت فلاسفہ کی اس دلیل کا توڑ اُن کے نظریات سے ہی کشید کیا ہے، اُن کا کہنا ہے کہ صرف تصور کی کارفرمائی کو بنیاد بنا لیا جائے تو پھر ''وقت'' کا مسئلہ ہی نہیں ''فضا'' کا مسئلہ بھی درپیش ہوگا زمان کے ساتھ مکان کی بھی بات کرنا ہوگی، یہ کرہ عالم جو بے حد وحساب تو ہے مگر آخر اس کی انتہا ہے کہ جہاں اس کے باہر کا تصور نہیں کیا جا سکتا، خود فلاسفہ اس سے ورے کے تصور کو ناممکن گردانتے ہیں اس لیے اس کے ورے کسی آباد، غیر آباد فضا کو تسلیم نہیں کرتے اس لیے وہ فرماتے ہیں:

> "There is no distinction between temporal extension.... which is described , in terms of its relation, as 'before' and 'after'..... and optical extension... which is described, in terms of its relations as 'above' and 'below'. If it is possible to have an 'above less' above, it should also be

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

possible to have a 'below less' below."(50)

اس لیے امام موصوف نہایت اطمینان کے ساتھ کہتے ہیں:

"It remains for us to say that God has an existence, while the world was not with HIM, this much does not necessitate the affirmation of anything else."(51)

قدمِ زمانی کے حوالے سے فلاسفہ کا استدلال ایک اور صورت میں بھی ہے، اُن کا کہنا ہے کہ کیا یہ ممکن نہ ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ اس عالم کو ابتدائے آفرینش سے کچھ عرصہ قبل مثلاً سو سال، ہزار سال پیدا کر دیتا تو یقیناً سیارگان کی گردش موجودہ گردش سے زیادہ ہوتی، اگر یہ ناممکن ہے تو قدرت کا عجز ثابت ہوگا اور اگر یہ ممکن ہے تو زمانہ کی قدامت پر دلالت کرے گا، فلاسفہ کا سوال درج کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"There is no doubt that, from your point of view, God had the power to create the world in a year, or a hundred years or a thousand years before He did. now, these hypothetical measures differ in quantity. Therefore it is necessary for you to affirm something. before the existence of the world. which had a quantitative of measure ale nature."(52)

یہ عددی اور پیمائشی مقدار کا نام ہی زمانہ ہے اس لیے قدیم زمان کو تسلیم کرنا ہوگا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب اُن کے مسلمات سے ہی لیا گیا ہے کہ صرف زمانے کے حوالے سے نہیں مکان و جسم کے حوالے سے بھی غور کرنا چاہیے، کہتے ہیں:

"Did God have the power to create the highest sphere as larger by a cubit than the size He has actually created. If they say no, that will show God's in ability but if they say yes, then two cubits will be equally admissible, then their, and an in finite regress will follow."(53)

فلاسفہ کرہ عالم سے ورے کسی خلا کے قائل نہیں ہیں تو ماورائے زمان، زمانے کے قائل کیسے ہو سکتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں؟ اس لیے واجب الوجود ہی کے لیے قدم (Eternity) ہے، وہ جب چاہتا ہے تخلیق کا عمل روبہ ظہور ہو جاتا ہے اور زمانہ ہم رکاب ہو کر چل پڑتا ہے۔ پہلے نہ عالم تھا نہ زمانہ۔

## دلیل ثالث:

فلاسفہ کی قدم عالم پر تیسری دلیل یہ ہے کہ عالم کے بارے میں یہ طے ہے کہ یہ ممکن الوجود ہے، اس لیے اسے کسی صورت یا عرصہ میں ناممکن الوجود نہیں ہونا چاہیے، اگرچہ تخلیق کے مرحلہ سے گزر کر یہ وجود میں آیا مگر امکان کی حد تک اس کا ممکن وجود تسلیم کرنا ضروری ہے وگرنہ یہ ماننا پڑے گا کہ کسی عرصہ میں نہ ممکن نہ تھا، ممتنع تھا یا یہ کہ خود واجب الوجود اُس ناممکن دور میں اس کی تخلیق پر قادر نہ تھا، اس لیے اس امکان کی قدامت کا ماننا لازم ہے، اس پر حکماء کا استخراج یہ ہے:

> "Its existence is possible " is that its existence is not impossible . if existence was always possible, It must always have been not impossible. If it had always been impossible, it would be false for us to say that it was always possible. And if it were false to say that it was always possible, it would be false to say that the possibility is never eased to be. And if it were false to say that the possibility never caused to be, it would be true to say that a possibility had a beginning. And if it were true to say it had a beginning. It must have been impossible before that (beginning). And this lead to the affirmation of a state when the world was not possible and God had no power or it."(54)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر بھی وہی جواب ہے کہ فلاسفہ نے مکانی حوالے سے عالم کی وسعت اور اضافہ کو تسلیم کیا ہے کہ تصوراتی طور پر خیال کی کارفرمائی کی حد تک یہ ممکن ہے مگر وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ:

> "In spite of this, however, and absolute and infinite void space is impossible."(55)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہی جواب ''امکان'' کے حوالے سے ہے۔

## دلیل رابع:

فلاسفہ کی قدم عالم کی چوتھی دلیل ہے، ممکن و حادث کے حوالے سے عالم حادث ہے، حادث سے مراد کہ وہ وجود میں آیا ہے۔ دلیل ہے کہ وہ ''مادہ'' سے وجود پذیر ہوا ہے۔ حادث وہ مختلف صورتیں اور اشکال ہیں جن میں مادہ ڈھلا ہے، اس پر اُن کا استخراج یہ ہے کہ وجود تین ہیں: واجب، ممکن اور ممتنع۔ یہ عالم واجب نہیں کہ وجود میں آیا ہے، ممتنع بھی نہیں کہ وجود پذیری کا مرحلہ آیا ہے اس لیے صرف ممکن ہو سکتا ہے مگر ممکن ہونا اضافی نوعیت رکھتا ہے کہ خود بخود امکان موجود نہیں اس لیے ان کا کہنا ہے کہ:

> "There must be a subtraction to which it could be related' but there is nothing but matter to serve as subtraction so it was related to matter.......... similarly, therefore possibility will be an attribute to matter, and for matter itself there is no other matter. Hence the fact that it is not originated."(56)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ وجود، امکان اور ممتنع عقلی تقاضے ہیں اور ان کی نسبت ہمارے فیصلے عقل کے حوالے سے ہی ہیں مثلاً:

> "When the intellect can suppose the existence of something.....the supposition not being inadmissible to reason... we call that thing possible or if the supposition is inadmissible , we call the thing impossible ort if the intellect cannot suppose the nonexistence of something . we call that thing necessary but these intellectual judgments do not need an existent to which to be related as attributes."(57)

اس دعویٰ کی صداقت کے تین دلائل ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۔ اگر امکان کا تعلق کسی وجود سے لازم ہے تو عدم امکان یا ممتنع کے وجود کا بھی موازنہ درکار ہے جبکہ کوئی ایسا وجود یا(Matter) نہیں جس سے امتناع کی نسبت کی جا سکے۔

۲۔ اوصاف کے دائرہ میں سفیدی اور سیاہی کو لا کر اگر یہ فیصلہ کرلیا جائے کہ یہ کسی جسم کے حوالے سے وجود پذیر ہوتے ہیں تو ''سفیدی اور سیاہی'' کا وجود تسلیم نہ ہوگا،سفید اور سیاہ کا ہوگا،اس سے نتیجہ نکلا کہ:

> "An intellectual judgment of possibility does not require the assumption of an existing essence to which possibility should be related."[58]

۳۔ بعض حکما،مثلاً ابن سینا،ارواح کو جوہر مانتے ہیں جسم یا مادہ نہیں مانتے مگر سوال یہ ہے کہ پھر ارواح کی وضاحت وتشریح کیونکر ممکن ہے۔

فلاسفہ ان دلائل کا یوں جواب دیتے ہیں کہ امکانِ عقلی اور اُس کا وجود سے تعلق دو مختلف حقائق ہیں۔ اس لیے یہ وضاحت درست نہیں اور امتناع کا اتصاف ممکن ہے کیونکہ جب ہم کسی شے کو سفید کہتے ہیں تو اس صورت میں سیاہ ہونے کا امکان نہیں مانتے کیونکہ سیاہ وسفید کا بیک وقت ہونا ممکن نہیں،روح کو قدیم تسلیم کرنے والے بھی مادہ سے اس کا کوئی نہ کوئی تعلق تسلیم کرتے ہیں،حادث ماننے والے بھی اس کا مادہ میں وجود پذیر ہونا مانتے ہیں یا کسی ربط کے قائل ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ان وضاحتوں سے مطمئن نہیں ہیں کیونکہ وہ اُن فلاسفہ سے ہی دلیل لیتے ہیں کہ عقلی قضایا کا خارج میں وجود ممکن نہیں کہ ذہن کے باہر قضایا نہیں اُن کی جزئیات ہوتی ہیں۔ذہن میں سفیدی وسیاہی کا تصور امورِ عقلیہ سے ہے اور وہ خارج میں نہیں،خارج میں تو سفید اور سیاہ اشیاء ہیں۔معلوم ہوا کہ ''امکان'' کا وجود عقلی قضایا میں ہے اس لیے امکان کے حوالے سے ''مادہ'' کی قدامت کا کوئی محل نہیں ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے قدمِ عالم کے حوالے سے ''ارادہ الٰہی'' کی وضاحت کی تا کہ ان کی ارادے سے تشابہ پیدا نہ ہو اور مختلف عالم،تنظیم عالم اور فلکیات کی متعدد مقالوں سے اپنا نقطہ نظر واضح کیا۔دوسرا مغالطہ ''زمانہ'' اور وقت کی قدامت کی نسبت سے تھا اس پر بھرپور تبصرہ کر کے اس پر اٹھنے والے تمام اشکالات کی وضاحت کی۔تیسرا محاکمہ ممکن الوجود ہونے کے حوالے سے ہے اور چوتھے میں ''حادث'' کی نسبت سے اٹھنے والے اعتراضات کا رد کیا ہے۔ان کی رائے میں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"Hence possibility like impossibility is merely concept, the assumption of an existing substratum to which this concept may be related is to have a meta physical jump from mere thought to actual existence and is to commit as we understand now an ontological fallacy."(59)

اس لیے امام موصوف بڑی طمانیت اور اعتماد سے کہتے ہیں:

"What must be taken for granted is that God is eternal and omnipotent , and that if He wills, no action is impossible for Him."(60)

تہافۃ الفلاسفۃ کے بیس زیرِ بحث مسائل میں سے یہ مسئلہ قدمِ عالم سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا جس کو آپ نے اپنی کتاب کا ایک چوتھائی حصہ بنایا۔ فلاسفہ پر اُن کے حملے یونانی فکر پر اُن مسلمان مفکرین کے حوالے سے تھے جن کی علمی عظمت کو وہ تسلیم کرتے تھے مگر اُن کی مرعوبیت سے اسلامی دنیا کو پہنچنے والے نقصان سے وہ آگاہ تھے اس لیے حملوں میں شدت بھی ہے اور دقت رسی بھی۔

## دوسرا مسئلہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جس مسئلہ پر شدت کے ساتھ تنقید کی اور اسے اسلامی نظریات کے لیے بدترین حملہ قرار دے کر رد کیا وہ اُن کی کتاب تہافۃ الفلاسفۃ میں تیرھواں مسئلہ ہے۔ یہ فلاسفہ کا وہ یقین ونظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر تو ہے مگر یہ علم کلیات کی شکل میں ہے جزئیات کے تمام پہلوؤں کو محیط نہیں۔ یہ وہ دعویٰ تھا جس سے اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کی واضح نفی ہوتی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ الاسلام تھے اس لیے ان کا حق بنتا تھا کہ وہ ''عقائد'' کی حفاظت اور اسلامی نظریات کی صیانت کا فرض ادا کرتے چنانچہ انہوں نے اس مسئلہ کو اجمال کے ساتھ مگر وضاحت سے بیان کیا۔ انہوں نے مسئلہ کے رد سے قبل صورتِ مسئلہ کی وضاحت کی اور علمِ الٰہی پر وارد ہونے والے اشکالات کا بیان کیا۔ اس مسئلہ میں انہوں نے خصوصیت سے ابن سینا کا حوالہ دیا جن کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کلیات کا علم رکھتا ہے مگر ایسا علم زمانے کی قید کے حوالے سے نہیں۔ ابن سینا کو یہ اعتراف ہے کہ زمین وآسمان اور تمام کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں مگر یہ علم عمومی تو ہے خصوصی حوالوں اور جزئیات سے نہیں، فلاسفہ اس کی وضاحت کیسے کرتے ہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو غیر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مبہم انداز میں بیان کیا، صورتِ مسئلہ ایک خصوصی حوالے سے یوں ہے:

''سورج جب کسوف کی حالت سے گزر کر دوبارہ روشن ہوا ہو تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

1) There was a state when the eclipse did not exist but its existence might be anticipated i.e one might say it will be.

2) In the second state, it was actually existing i.e one might say 'it is'

3) In the third state, it is again non-existence; but a short while ago it had been ie 'was' (61)

ان تین حالتوں کے حوالے سے ہمارے علم کی تین حیثیتیں ہیں:

۱۔ کسوف نہ تھا مگر متوقع تھا کہ ہم جانتے تھے وہ مقرر وقت پر رونما ہوگا۔

۲۔ کسوف بالفعل رونما ہوا اور ہم نے اسے جان لیا۔

۳۔ کسوف ختم ہوا مگر ابھی کچھ لمحے پہلے موجود تھا اس کا ہمیں علم ہے۔

یہ علم کے مختلف مدارج ہیں لیکن اگر کوئی تیسری صورت کے بعد میں کہے کہ کسوف موجود ہے تو یہ علم نہ ہوگا جہالت ہوگی۔ اسی طرح کسوف ہوا اور کوئی کہے نہیں ہے تو یہ بھی بے علمی ہوگی۔ یعنی ہر صورت دوسری کا بدل نہیں۔ فلاسفہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسوف، اس کے اسباب، انعقاد اور اثرات وغیرہ کا علم تو ہے کہ اُس کا علم ان تین مراحل کے حوالے سے نہیں کہ اس سے علم میں زمانی عنصر شامل ہوتا ہے اور علم واجب کی بجائے علم امکان قرار پاتا ہے:

"Thus, it is known to Him i.e is laid bare to Him—in single discovery which is homogenous, and influenced by time. However at he time of an eclipse, it cannot be said that He knows that it exists now. Nor, after the eclipse, can it be said that He knows that now it has cleared away. For nothing which is necessarily be known to Him , for such knowledge would necessitate a change in the knower."(62)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ نظریہ مزید آگے بڑھا اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا حقائق اشیاء کے بارے میں علم جزئیات کو محیط نہیں مثلاً یہاں تک کہہ دیا گیا کہ:

> "Even so they are bound to say that Muhammad(May God Bless him and grant him peace) proclaimed his prophecy, While God did not know that he had done so. And the same will be true to every other prophet ,for God only knows that among men there are some who proclaim prophecy and that such and such are their attributes ; but He cannot know a particular prophet as an individual ,be a sign of perfection for that is to be known by the senses alone."(63)

یہ سلسلہ طویل ہوتا گیا اور اس خیال سے کہ علم، زمان و مکان میں محدود نہ ہو جائے، جزئیات کی نفی لازم سمجھی گئی کہ اس طرح معلومات کی تبدیلی علم کی تبدیل پر دلالت کرتی ہے۔ پہلے متوقع کسوف تھا پھر واقع ہو گیا اور آخر ختم ہو گیا تو ''معلوم'' میں تغیر رونما ہوا۔ اگر جزئیات کا علم مان لیا جائے تو علم کا ارتقا تسلیم کرنا پڑے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا علم تین حیثیتوں کا حامل ٹھہرتا ہے جو غلط ہے کہ پہلے امکان کا علم تھا، پھر موجود کا اور آخر میں گزرے ہوئے واقعہ کا، اس نظریہ پر اعتراض دو طرح کیا گیا:

۱۔ ایک یہ کہ تغیر علم میں ہے معلوم میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کسوف فلاں وقت ہوگا، جب ہوا تو تغیر علم میں نہیں آیا، معلوم میں آیا ہے کہ کسوف اُس کے علم کے مطابق ہی ہوا ہے۔ جب ختم ہوا تو بھی اُس کے علم کے مطابق کہ اب ختم ہوگا۔ کسوف کا ہونا، ہو جانا اور ختم ہو جانا سب اُس کے علم کے مطابق ہوا۔ کسوف میں یہ تبدیلی تو ہوئی اس علم میں نہیں جس میں ہر صورت کا علم موجود تھا۔

۲۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاسفہ کے نظریات کے حوالے سے بھی اُن کا رد کیا کہ وہ سمجھتے تھے عالم اگرچہ تغیر پذیر ہے مگر قدیم ہے، اس قدر حوادث کا وقوع اگر قدیم ہونے کی نفی کا اعلان نہیں تو علم الٰہی پر ایسے اشکال کیوں ہے کہ تغیر تو معلوم ہوا ہے۔

فلاسفہ کا یہ بھی کہنا تھا کہ مبداء اول کا علم غیر کے صدور کا مرہون نہیں ہے۔ جواب دیا گیا کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۔ اس سے تغیر ذات لازم نہیں آتا، معلوم کا تغیر ہے۔

۲۔ یہ کہ خارجی اشیاء کا تغیر علم کے تغیر کا باعث نہیں، علم کے اعلان و مدور کا ہوسکتا ہے اگر فلاسفہ کے تیئں علت الفعل کا تصور پہلے سے موجود ہے۔

۳۔ جزئیات کے علم سے خالق کا آگاہ ہونا اس لیے بھی لازم ہے کہ پیدا کرنے والے کو تخلیق کے تمام مراحل سے آگاہی ہونا چاہیے۔

آخر میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نقطہ نظر کو یوں بیان کیا ہے:

> "For his perfection consists in that He knows all the Things. Should We have a knowledge of all temporal phenomena.,It would be a sign of perfection, not of deficiency or sulijugation,on our part. The same may be true of God."(64)

## تیسرا مسئلہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ نمبر ۲۰ کے طور پر حشر اجساد کے بارے میں حکماء کے نقطہ نظر کو نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ یہ مسئلہ ہمیشہ سے فلاسفہ اور اہلِ دین کے درمیان نزاع کا باعث رہا ہے اور مادی حوالوں سے گفتگو کرنے والوں نے اس کی توجیہہ وتشریح بھی مادی حوالوں سے کی ہے مگر وہ فلاسفہ جو دین کی حقانیت کے قائل تھے انھوں نے فلسفہ و مذہب میں اتصال کی کوشش کی۔ اتصال کی کوشش میں بعض مقتلات کو تاویلات کی راہ سے گزرنا پڑتا ہے ایسا ہی مسلمان فلاسفہ کے ساتھ ہوا کہ وہ جزا وسزا کے تصور کو تسلیم کرتے رہے مگر اس جزا وسزا کو اپنی ذہنی وفکری صلاحیتوں کی اساس میں نئے معانی پہناتے رہے۔ حشر اجساد یعنی جسم کا دوبارہ زندہ ہونا اور اٹھنا بھی ایک ایسا ہی موضوع ہے۔

فلاسفہ کا کہنا ہے کہ ارواح جسم میں واپس نہ آسکیں گی اور جنت، دوزخ، حور وغلمان اور دیگر بیانات جو قرآن مجید نے قیامت کے حوالے سے واضح کیے ہیں تصوراتی اور اشاراتی ہیں۔ حقیقت میں ایسا نہ ہوگا۔ سوال یہ اٹھا کہ پھر قیامت اور آخرت کا تصور کیا ہے تو انھوں نے جزا وسزا کو روحانی کیفیت وجلن کے حوالے سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد روح کو بقا حاصل ہے تو کبھی تو وہ لذت وسرور کی کیفیت میں ہوگی اور کبھی رنج والم کی حالت میں، وہ لذت والم دائمی ہوگا، اُس کے مراتب کا انھوں نے یوں تعین کیا ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"As regards its degrees, men have different ranks which are marked by great a variety as characteristic than mundane ranks. Thus

1) The eternal pleasure is for the pure and perfect souls.

2) The eternal pain is for the imperfect and impure souls.

3) The ancient pain is for the impure but perfect souls.

And the soul can attain absolute bliss only by means of perfection and purity or cleanliness. Perfection is derive from knowledge, and purity from various action."(65)

فلاسفہ کے نزدیک ''علم'' حیاتِ تازہ اور خوشیوں کا ذریعہ ہے کہ روح کی نشاط اسی میں ہے۔ خوشنما منظر یا دلکش آواز مسرت افزاء ہوتی ہے، مگر یہ مسرتیں کم نصیب ہوتی ہیں اس لیے کہ جسم کے تقاضے اس روحانی خوشی کی راہ کاٹتے رہتے ہیں۔ ''موت'' ان جسمانی رکاوٹوں سے نجات دلاتی ہے تو فطری و روحانی لذات نمایاں ہو جاتی ہیں۔ اس طرح علم کی برکات سامنے آتی ہیں اور جہالت کے عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ یہ لذت یا عذاب، دنیا میں جکڑے ہوئے انسان کو متوجہ نہیں کرتے کہ اُسے اس کا احساس و ادراک نہیں ہوتا اس لیے انسان جسمانی لذات میں گم رہتا ہے۔ یہ سوال کہ کیا لذات عقلیہ و روحانیہ کا درجہ لذات جسمانیہ سے بلندتر ہے فلاسفہ کے دلائل اور ترجیحات کا یوں ذکر کیا گیا:

"There are the arguments to prove that intellectual pleasure are worthier than physical pleasures first the state of the angels is noble than that of beasts and swine. now, the angels do not experience sinuous pleasure like those of mating and eating their pleasure consists in the consciousness of the perfection and which characterize

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

then become of their insight into the reaction of the things and their approximation to the lord of the universe. Secondly, man himself often prefers intellectual pleasures to sinuous pleasures. For instance one who seeks victory over an enemy renounces for its sake the comfort of home and health."(66)

بلکہ شطرنج کی ایک بازی کے لیے کھانا پینا بھول جاتا ہے۔ یہ ہمارا روز کا مشاہدہ ہے۔ جب دنیا میں روحانی لذت کی یہ قدرو قیمت ہے تو موت کے بعد کی روحانی لذات کی کیا کیفیت ہوگی جن کے بارے میں حدیث قدسی ہے کہ صالحین کے لیے ایسی لذات تیار کی گئی ہیں جو نہ آنکھ نے دیکھیں، کان نے سنیں اور نہ دل میں اُن کا خیال گزرا۔

علم کی لذات بھی مختلف نوعیت کی ہیں۔ علم کی ارفع شاخ یعنی الٰہیات کی لذات بھی ارفع ہیں اور دیگر علوم جو کمتر علم کے ذرائع ہیں ان کی لذات بھی کم ہیں۔ علم، کاملیت عطا کرتا ہے تو عمل، تطہیر۔ علم ہو مگر عمل نہ ہو تو کاملیت کے باوجود تطہیر کا عمل مکمل نہ ہوگا اس لیے ایسا انسان فاسق کہلائے گا اور سزا کا مستحق ہوگا اگرچہ یہ سزا دائمی نہ ہوگی اور اگر عمل کی تطہیر ہے مگر علم کی کاملیت نہیں تو سزا کا مستحق نہ ہوگا مگر بلند مرتبوں سے محروم رہے گا۔ مادی احتیاج سے مکمل طور پر علیحدگی ممکن نہیں اس لیے شریعت میں توازن کا درس دیا گیا۔ مثلاً دولت کا ارتکاز نہ ہو مگر اس کا ضیاع اور بربادی بھی نہ ہو۔

فلاسفہ علم وعمل کے نتائج کے روحانی پہلوؤں کے قائل رہے اور اسی سلسلے میں جو قرآن مجید نے لذات کا ذکر کیا انہیں اشارات گردانتے رہے اسی بنا پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تصورِ سزا و جزا پر گرفت کی کہ یہ دین کی ایک اہم اساس کے خلاف ہے مگر امام موصوف کو یہ تسلیم ہے کہ دلائل کی بعض جہات لائقِ تردید نہیں ہیں کہ آخرت کی لذات کی برتری اور روح کے دوام کے وہ خود بھی قائل ہیں مگر فرق اس سوچ کا ہے جو ان مشترکہ یقین سے اختلاف کی طرف بڑھی ہے۔ تسلیم کرنے کی بنیاد دین کی تعلیمات ہوں تو اختلاف نہیں رہتا۔ اُن کا کہنا ہے:

"But he knows these things on the authority of religion, as expressed in the doctrine of resurrection."(67)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس لیے عقل پر ضرورت سے زیادہ اعتماد بعض ایقانی کیفیات سے انحراف کا موجب بنا ہے۔ فلاسفہ کا اُن آیات اور احادیث کا سہارا لینا جن میں آخری انعامات کو بے مثل قرار دیا گیا ہے کہ انسان اُس کا تصور بھی نہ کر سکے اور کوئی آنکھ انہیں دیکھ بھی نہ سکے، مسئلہ کے ایک پہلو پر انحصار کرنا ہے کہ برتر لذت کا ذکر مانع نہیں کہ اور لذات نہ ہوں گی۔ روح کی آسودگی، جسم کی راحتوں کی نفی نہیں کرتی۔ حکماء نے ان آیات کو اُسی طرح تمثیل قرار دیا ہے جس طرح صفات باری تعالیٰ کے ضمن میں کیا گیا ہے مگر وہ یہ فرق ملحوظ نہیں رکھ سکتے کہ خالق کی ذات، صفات اور قدرت کا بیان مثال کے بغیر ممکن نہیں، فضا، حدود یا کوئی مادی صورت گری، اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ممکن نہیں اس لیے صفات باری کو ان مثالوں سے سمجھایا گیا ہے مگر اخروی نظریہ سزا و جزا تو اس طرح کسی مجبوری کا حامل نہیں ہے۔ جنت کی راحتیں روحانی ہو سکتی ہیں تو مادی بھی کہ اسی طرح انسان کو ہمہ پہلو سزا و جزا کا ہدف بنایا جائے گا۔ فلاسفہ جزا و سزا کے مادی حوالوں سے اس لیے انکاری ہیں کہ ان کے نزدیک روح کے لیے یہ نظریہ ممکن نہیں اور وہ حشر اجساد سے انکاری نہیں، ان کے خیال میں روح جو جسم سے خارج ہو چکی تھی اس کی جسم میں واپسی کی تین ممکن صورتیں ہو سکتی ہیں:

> "In the first place, it may be said that man is body and that life is merely an accident which depends on body. Therefore resurrection will mean (a) the restoration by God the body, which had perished (b) the recommencement of the existence of the body and (c) the restoration of life which had perished."(68)

یہ خالص مادی تصور حیات ہے جس میں زندگی صرف جسم کا نام ہے روح کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں

اور دوسرے:

> "It may be said that the sand is a existent which survives the death of the body, but which will be returned at the time resurrection to the original body when all the parts of that body have been collected. this is another alternative."(69)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس میں اجزاء جسم کے تمام اجزاء کا مجتمع ہونا شرط ہے تا کہ پہلا تخلیق کیا ہوا انسان دوبارہ تمام کوائف کے ساتھ سامنے آئے اور ایسا ہونا ممکن نہیں کہ وقت گزرنے پر ماضی کو مستقبل نہیں بنایا جا سکتا:

"In the third place it may be said that the soul will return to a body whether it is composed of the same parts the original body had or of some other parts consequently the returning one would be that man, in so far as the soul is that soul. Matter is irrelevant here, because man is not man by virtue of mother, but by virtue of soul."(70)

فلاسفہ کے نزدیک یہ تینوں احتمالات باطل ہیں اس لیے حشر اجساد ممکن نہیں ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پہلی دونوں صورتوں میں تو فلاسفہ کے ہم خیال ہیں کہ انسان کو صرف جسم قرار دینا یا روح کو مکمل اور پہلے جسم میں لوٹانا ممکن نہیں کہ جسم کئی اشکال میں منتقل ہو چکا ہوتا ہے اور دوسرے کا جسم بن چکا ہوتا ہے۔ ان احتمالات میں اُن کے دلائل فلاسفہ کی تائید کے لیے ہیں۔ فلاسفہ تیسرے احتمال کو بھی رد کرتے ہیں اُن کا استدلال یہ ہے کہ دوبارہ پیدا کرنا ایک محال امر ہے کیونکہ تخلیق کے اول مرحلہ میں تدریج تھی اور ارتقاء کے مراحل تھے، اب یہ صورت ممکن نہیں کہ سب مراحل کا اعادہ کیا جائے اگرچہ وقت کی حدود کو تنگ و تیز بھی کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ دوبارہ جسے زندہ کیا جائے گا وہ پہلا انسان نہ ہوگا دوسرا ہوگا۔ اگر پہلا انسان تخلیق کرنا ہے تو جرثومۂ حیات سے حیات تک آنے کا عمل دوہرانا ہوگا جو محال ہے۔ فلاسفہ کن فیکون کی بھی وہ شکل تسلیم نہیں کرتے جو فطری دلائل کو نظرانداز کرنے کی اساس پر ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تیسرے احتمال میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے۔ پہلے تو وہ قرآن سے استشہاد کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ''**ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔**'' (آل عمران:۱۶۹)

"Think not of those who are slain in the way of Allah as dead. Nay, they are living with their lord they have provision."

اسی طرح احادیث میں بھی اس زندگی اور شعور کا بیان ملتا ہے، اور یہ کہ دینی تعلیمات میں حشر ونشر کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تصور اس قدر توانا ہے کہ اُسے جسم کی دوبارہ بازیابی کے بغیر واضح نہیں کیا جا سکتا، فلاسفہ کی الجھن یہ ہے کہ انہوں نے حشر اجساد سے پہلے جسد کی دوبارہ ساخت کو مرکز بنایا ہے حالانکہ یہ مسئلہ اتنا شدید نہ تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"And by resurrection is meant the resurrection of bodies, and it is possible to effect resurrection by restoring the soul to a body is hatter made of the same matter as the original one was: or made of the matter of any other body or of a matter created for the first time. For it is the soul, not the body, which makes us what we are."(71)

امام موصوف اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے دنیا کی زندگی سے دلیل لاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"All the parts of our body are continually charging from infancy to old age because of leanness and fatness, and because of the changes caused by food." (72)

مگر یہ تبدیلی انسان کے وجود کی تبدیلی نہیں کہلاتی۔ اسی طرح آخرت میں روح کا ایسے وجود بھی آنا جو بقول فلاسفہ بعض تغیرات کا ہدف بنا ہے انسانی شناخت کے مانع نہیں ہے۔ موت پر روح نکل گئی تھی، آخرت میں جزا وسزا کو متحقق ہونا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ مادی وجود کے بغیر ہو کہ یہ اُن اعمال کا بدل ہے جو روح وجسم کے اشتراک سے سرزد ہوئے تھے۔

فلاسفہ کا یہ کہنا ہے کہ ارتقائی مراحل کے بغیر کسی وجود کی صورت گری نہیں ہوتی مثلاً لوہا کولباس کی شکل میں لینے میں کتنے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ لوہے سے اجزاء فولاد، پھر مختلف اجزاء کا کئی مرحلوں سے گزر کر روئی کی شکل بننا، اس روئی کا دھاگہ بننا، پھر ٹیکسٹائل کا مرحلہ اور آخری شکل کپڑے کی شکل اور لباس، یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ طویل مرحلے یک دم طے ہو جائیں اور ایک شکل دوسری میں ڈھلے بغیر آخری حالت لے لے۔ انسانی جسم بھی ایسے ہی تیار ہوتا ہے۔ مثلاً اُن کا یہ نقطہ نظر ہے کہ:

"Let us asks it possible that dust should become man, when only the word Be is addressed to it? No it is necessary that the causes of its graduated transportation

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

through various phases should operate. And the causes are (a) fertilization of a womb by a drop which comes out of the marrows of man's by the body(b)this drop is assisted by the blood of the means and by food for a while. (c)then it glows to a lump(d)then a clot(e)then an embryo (f)then an infant (g)then youth and (h)then an old man. So it is unintelligible that the whole thing should be achieved merely by uttering the word 'Be'. For no word can be addressed to dust; and its becoming a man without passing through these phase is impossible. . their, resurrection is impossible."(73)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ تسلیم ہے کہ لوہے کو بگڑی اور گرد کو انسان بننے میں مختلف مراحل درپیش ہیں مگر کیا ان مراحل کے لیے ضروری طور پر اتنا ہی عرصہ درکار ہے جتنا روزمرہ کا معمول ہے۔ دوسرے یہ کہ سوال عرصے کی طوالت اور اختصار کا نہیں ''حشر'' کا ہے جو اس استدلال کی زد میں نہیں ہے۔ طبعیات پر بحث کرتے ہوئے آپ ثابت کر چکے ہیں کہ اسباب کے ذریعہ بھی ایسا ممکن ہے اور ان کے بغیر بھی اس لیے ان کا ایمان ہے کہ:

"So these things may be brought out by divine omnipotent even when their causes do not exist."(74)

دوسرے یہ بھی ان کا نقطہ نظر ہے کہ بعض اسباب مخفی ہوتے ہیں یا یہ کہ ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتے اگرچہ وہ موجود ہوتے ہیں مگر ان کا ادراک نہ رکھنے والا معترض ہو جاتا ہے مثلاً:

"Suppose that there is a man who has never seen how a lodestone attracts iron. If he is told of it, he will not believe it. For, he will say it is inconceivable that a piece of iron should be attracted unless there were a thread tied to it to draw it."(75)

اس لیے وہ نتیجہ نکالتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"Similarly , when these atheists, who deny resurrection will them be resurrected and enabled to see the wonderful things created by God, they will repent themselves of their disbelief---and repentance will not avail them.it will be said to them "this is what you used to disbelieve"(76)

انسان اس دنیا میں حشر کے تصور سے مانوس نہیں ہوتا کہ ایسا تجربہ اُس کی زندگی میں نہیں ہوا مگر تجربہ نہ ہونا کسی عمل کے ہونے کا مانع تو نہیں ہوتا۔ رحمِ مادر میں جرثومہ حیات کب تسلیم کرنے کی طاقت پاتا ہے کہ وہ اشکال بدل کر ایک کڑیل جوان کی صورت لے لے گا۔ رحم کی دنیا سے نسبت سے کہیں زیادہ ایسی دنیا کی یومِ حشر سے نسبت ہے اس لیے محدود فکر اس وسیع تر بازیافت کا ادراک کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ یہ تو ایمان کا حصہ ہے اور ایسا نہ ہونا کسی عقلی اساس پر واجب بھی نہیں ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس مسائل کے حل اور تنقیدی جائزہ کے بعد ان تین مسائل کو ایمانیات کی جزو قرار دیا، اس لیے ہم نے انہی پر گفتگو مرکوز رکھی کہ یہ اُن کے نزدیک زیادہ توجہ کے مستحق ہیں اور ان کی بنیاد پر ایمان و کفر کا فیصلہ ہوتا ہے اگرچہ دیگر مسائل میں بھی ایمانیات کے پہلو شامل ہیں مگر جہاں گنجائش موجود تھی امام موصوف نے سخت فیصلہ سے احتراز کیا ہے۔ فلاسفہ کے تمام محوری مسائل کو پیش کر کے تجزیہ کیا گیا اور پھر ایک ایک پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی اور استخراج و استنباط کے منطقی رویوں سے ان کا محاسبہ کیا گیا۔

## عمومی جائزہ:

''تہافۃ الفلاسفۃ'' امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ شہرہ آفاق کتاب ہے جو اپنے حجم کے اختصار اور مباحث کے اجمال کے باوجود ہر دور میں اہلِ فکر و نظر کی توجہ کا مرکز رہی ہے، اس کتاب کی زبان عام فہم ہے اگرچہ اس کے مباحث خالص فکری نوعیت کے ہیں۔ عموماً فلسفیانہ مسائل پر گفتگو کے لیے مخصوص زبان اور مغلق اسلوب اختیار کیا جاتا ہے کیونکہ ایسی نگارشات کا قاری عام طالب علم نہیں ہوتا۔ یہ عین ممکن تھا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی فلاسفہ کے طرزِ نگارش کو اپناتے اور مباحث کو اصطلاحات کے گرداب میں محصور کر دیتے، یوں ہوتا تو یہ خالص فلسفہ کی کتاب ہوتی اور اس کے قارئین بھی مخصوص علم و دانش کے حامل افراد ہوتے مگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پیشِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نظر عام قاری ہے جو فلاسفہ کے نظریات کی تفہیم اور محاسبہ کی صلاحیت نہیں پاتا مگر اپنی بے بسی یا نافہمی کے حوالے سے متاثر ہو جاتا ہے اور یہ تاثر پسندی اُسے دین و مذہب سے برگشتہ کر دیتی ہے، مقصد واضح تھا اس لیے مسائل پر بحث کو مقاصد سے ہم آہنگ رکھا گیا اس طرح یہ کتاب عام قاری کے لیے وسیلۂ یقین قرار پائی۔ کسی کتاب کی قدر و قیمت اُس کے مقاصد اور اسلوب کے تقابل سے مقرر کی جاسکتی ہے۔اس حوالے سے ''تہافۃ الفلاسفۃ'' ایک اثر آفریں اور دامنِ دل کھینچنے والی کتاب اور اپنے اہداف میں کامیاب تصنیف ہے۔ زبان کی مٹھاس، لہجے کی توانائی اور جملوں کی ساخت، شہادت دیتی ہے کہ مصنف کو موضوع پر بھی عبور حاصل ہے اور پیشکش پر بھی۔

''تہافۃ الفلاسفۃ'' کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ امام موصوف نے فلاسفہ کے نقطہ نظر کو پیش کرنے میں کسی تعصب کا ثبوت نہیں دیا۔ خود فلاسفہ نے یہ اعتراض نہ اٹھایا کہ جو کہا گیا ہم یہ نہ کہتے تھے، اس سے مصنف کی صداقت شعاری کا بھی اظہار ہوتا ہے اور موضوع پر گرفت کا بھی، ناقدانہ تبصرہ بسا اوقات جارحانہ ہو جایا کرتا ہے مگر اس ضمن میں بھی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن تر نہیں ہوا۔ اُنھوں نے نظریات کا ابطال کیا، دلائل پر دلائل مرتب کیے، فسادِ نظری کا ہر رُخ آشکار کیا مگر کسی پر ذاتی حملہ نہ کیا، کسی کی عزت پر ہاتھ نہ ڈالا بلکہ جس حد تک ان کے نظریات کو درست گردانتے تھے برملا اظہار کیا اور داد دی۔ ہاں تردید میں مداہنت نہ کی اور نقطہ نظر کی وضاحت میں کبھی کبھی مناظرانہ تحریر کا بھی سہارا لیا مگر مجموعی طور پر کتاب کی فضا پر وقار چھایا رہا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مخاطب وہ مسلم فلاسفہ تھے جو یونانی فکر سے متاثر ہو کر دینی معتقدات میں تطبیق کی بے جا کوشش کرنے لگے تھے، اگر مخاطب فلاسفہ یونان ہوتے تو شاید اسلوبِ خطاب مختلف ہوتا۔ مسلم فلاسفہ ایمانیات کے اساسی حوالوں کے قائل تھے، توحید و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھتے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ اس یقین کو عقلی توجیہات کا سہارا مل جائے تاکہ فلسفہ کے میدان میں بھی سبکی نہ اٹھانی پڑے۔ یہ خیال قابلِ قدر تھا مگر خرابی اسی لیے پیدا ہوئی کہ جہاں عقل توجیہہ نہ کر سکی وہاں دینی معتقدات کی تاویل کرنے لگے، اسی طرح عقل، عقائد پر حکم بن گئی اور مباحث کا دائرہ کار ایمانیات کو محیط ہو کر ان کی حیثیت کو متاثر کرنے لگا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنوں ہی سے گلہ تھا کہ بجائے عقل کو خادمِ دین بناتے انھوں نے عقل عیار کو امام تسلیم کر لیا اور ''قرآن و حدیث'' کے ارشادات کو عقل کے تسلیم کرنے پر موقوف کر دیا، اب ایسے لوگوں سے دین کے حوالے سے بحث ہو سکتی تھی مگر خطرہ یہ تھا کہ وہ عقل پرستی میں اس قدر دور نہ نکل جائیں کہ دین کی اہمیت اور اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے معتقدات سے انکار کردیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ ایسے لوگوں کے عقلی استدلالات کو اُسی معیار پر رد کیا جائے تاکہ عقل کی ناتمامی سامنے آجائے اور ایمانیات پر یقین پختہ ہوجائے، یہ بہت مشکل مرحلہ تھا کہ فلسفیانہ مباحث کو فلسفیانہ دلائل سے رد کرنا تھا۔ یہ ایسا شخص ہی کرسکتا تھا جو دین میں وجدانی نظر رکھتا ہو اور فلسفیانہ دلائل پر ماہرانہ دسترس کا حامل ہو، یہ منصب حجۃ الاسلام ہی کا ہوسکتا تھا اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل و حجج کی ایسی صلاحیت کا ثبوت دیا کہ حجۃ الاسلام کے لقب کے حق دار ٹھہرے، انہوں نے ابطال فلسفہ میں نہایت متین مگر زوردار انداز اپنایا کہ تاریخ فلسفہ اُن کی نظیر نہ لاسکے۔ پروفیسر محمد سعید کہتے ہیں:

> "His competition is philosophy was merely propaedeutic to his "tahaful al-falasifah'(the incoherence of the philosophers)in which he leveled a devising attack on the doctrine of the Muslim Peripatetic with a dialectic as subtle as any in the history of philosophy."(77)

پھر کہتے ہیں:

> "Al-Ghazali critical examination of the method and doctrines of the philosophers so the most exciting and important phase of his intellectual inquiry."(78)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے التھافۃ میں ایمانیات کے حوالے سے ہر قابل ذکر بحث کو موضوعِ گفتگو بنایا مگر انہیں احساس ہے کہ نظریہ۔ نظریے کو جنم دیتا ہے اور ایک تصور دیگر تصورات کی آبیاری کرتا ہے اس لیے انہوں نے موضوعات کی ترتیب میں منطقی ربط کا خیال رکھا ہے۔ قدم عالم کا مسئلہ جو ایک چوتھائی کتاب کو محیط ہے وہ اساسی مسئلہ ہے جس سے متعدد مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ازلیت سے ابدیت کا تصور ابھرا، تخلیق کے دائرہ کار کا مسئلہ آیا تو خالق کے وجود کا ثبوت تقاضا ٹھہرا، توحید سے صفات کا مسئلہ اٹھا کر معتزلہ صفات کے تصور میں شرک کی بو سونگھ رہے تھے، ذات واجب کے حوالے سے متعدد مسائل اور اشکال سامنے آئے، کائنات کے وجود کی حیثیت، علمِ خداوندی کی حیثیت وحدود، علم ذات سے جزئیات کے علم کی بات ہوئی، اس طرح خالص الٰہیاتی مسائل پر پہلے تیرہ باب رقم کردیے گئے، ذات سے ظہور کی منزل آئی تو فلکیات کے مباحث حل طلب ہوئے گردشِ زمانہ کی پختگی سے خرق عادات کا مرحلہ درپیش ہوا، روح کے مباحث سے جسم کے مباحث پھوٹے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حشر اجساد پر مباحث تکمیل پذیر ہوئے۔ غور کیا جائے تو مباحث میں تقدیم وتاخیر کا حسن بھی ہے اور منطقی ربط بھی۔ اس طرح بظاہر یہ مناظرانہ کتاب خالص فکری دستاویز قرار پائی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک امت مسلمہ دو گروہوں میں بٹ چکی تھی، عقل وخرد پر اعتماد کرنے والے جو فلسفی اور متکلم کہلائے اور روایات پر بھروسہ کرنے والے اہلِ نقل، اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ کہلائے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر گروہ سے استفادہ کیا تھا اور معلوم دنیا کے معلوم علوم سے وافر حصہ پایا تھا اس لیے اگر انہوں نے فلاسفہ کے نظریات میں پیدا ہونے والے اشکالات کا رد کیا ہے اور روایت پر اعتماد بحال کیا ہے تو انہوں نے فلسفہ کے خلاف معاندانہ فضا کو بھی صاف کیا ہے۔ دینی مسائل کو عقلی حوالوں سے ثابت کرنے کی ابتداء کی ہے، ''تھافۃ الفلاسفۃ'' اگرچہ فلسفیانہ مسائل کے حوالے سے تحریر ہوئی مگر اس نے بعد کے آنے والوں کو ہوش وخرد کی اہمیت سے ضرور آگاہ کیا۔ مولانا شبلی نعمانی اُن کی اس کاوش کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام صاحب کا نقطہ نظر تھا:

> ''فلسفہ کے عام افکار سے ایک بڑا ضرر جو اسلام کو پہنچ رہا تھا امام صاحب نے اس کو آزادی سے ظاہر کیا، چنانچہ لکھتے ہیں کہ ایک بڑا نقصان جو اسلام کو پہنچ رہا ہے کہ بہت سے لوگ اسلام کی حمایت کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ فلسفہ کے تمام مسائل کو مذہب مخالف ثابت کیا جائے لیکن چونکہ فلسفہ کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں اس لیے جو شخص ان دلائل سے واقف ہے وہ ان مسائل کو قطعی سمجھتا ہے، اس کے ساتھ جب اس کو یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ مسائل اسلام کے خلاف ہیں تو اس کو بجائے اس کے کہ ان مسائل میں شبہ پیدا ہو، خود اسلام میں شبہ پیدا ہوتا ہے، اس بنا پر نادان دوستوں سے اسلام کو سخت ضرر پہنچتا ہے۔''(۷۹)

امام صاحب کے نزدیک الٰہیات کے سوا فلسفیانہ نظریات سے کوئی خطرہ نہیں اس لیے مسلمان کو کھلے دل سے فلسفیانہ مباحث میں اپنا حصہ ڈالنا چاہیے اور اچھی بات جہاں بھی ہو لے لینی چاہیے۔

''تھافۃ الفلاسفۃ'' کی حدود بعض مسائل کے داخلی تضاد کے بیان تک ہیں اس لیے فاضل مصنف نے اسی پر اکتفا کیا ہے، یہ ثابت کرنے پر توجہ رہی ہے کہ فلسفیانہ بے اعتدالیوں کو فلاسفہ کے مستند دلائل کے حوالے ہی سے رد کر دیا جائے تاکہ ذہنی مرعوبیت اور فکری احساسِ کمتری کا ازالہ ہو سکے۔ ان نظریات کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بارے میں اپنے عقائد اور دلائل مقصود نہ تھے اس لیے آپ نے موضوع کے حیطہ کار سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ تالیف وترتیب کا جمال بھی ہے اور امام صاحب کی حدود آشنائی کا ثبوت بھی۔

الغرض ''تهافة الفلاسفة'' ایک ایسی تصنیف ہے جو علمی حلقوں اور دینی گروہوں میں یکساں مقبول رہی ہے اور اس کے اثرات عالمِ اسلام پر بھی نمایاں رہے ہیں اور مغربی مفکرین کے ہاں بھی پوری قوت سے کارفرما رہے ہیں۔

♦♦♦

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

# حوالہ جات


1. The new encyclopaedia Britannia 15th edition vol.22,P.24
2. Ibd, P.25
3. Ibd, P.26
4. Shorter encyclopedia of Islam, London: LUZAC, 1953,P.111
5. The new encyclopedia Britannica, 15th edition, Vol:5,P.235
6. Shorter encyclopedia of Islam,P.111
7. Ibd
8. The Americana international Edition, 1986,Vol 12,P.720
9. The new encyclopedia Britannica, Vol.5,Vol:5,P.235
10. Shorter encyclopedia of Islam,P.111
11. The new Encyclopaedia Britannia,Vol 5,P:235
12. Masters of Muslim thought, Shaukat Al, Vol. 1, 1983,(Aziz Publisher),P:74
13. Ibd, P:78
14. Ibd
15. A History of Muslim Philosophy, Vol 1,H.M Sharif, Royal Book company, Karachi,P:581
16. Ibd, P:588
17. Ibd, P:593

۱۸۔ المنقذ من الضلال،اُردو ترجمہ: تلاشِ حق

19. A history of Muslim philosophy, P:585
20. Ibd. P:589
21. Masters of Muslim thoughts, P:83
22. The Encyclopedia of Americans, Vol 12,P:720
23. Encyclopedia of Religion and Ethics impression, 1955,Vol 5,P: 508
24. Shorter Encyclopedia of Islam, P:111


PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

25. Ibd
26. The new encyclopedia Britannica, Vol 5, P:235
27. Masters of Muslim Thought, P: 80
28. Al Ghazali, Tahaful-al-Falasifat(English translation by Salih Ahmad Kamali, Pvt Philosophical congress LHR. 1958,P:1
29. Ibd, P:2
30. Ibd
31. Idb, P:3
32. Ibd
33. Ibd
34. Ibd, P:5
35. Tahafut-al-falasifa( English Translation), P:6
36. Ibd
37. Ibd, P:8
38. Ibd. P:11,12
39. A History of Musalim Philosophy,Vol I, P:596
40. Tahafut-al-falasifa( English Translation), P:14,15
41. Ibd, P:15
42. Ibd, P:19
43. Ibd, P:19-20
44. Ibd, P:26
45. Ibd, P:26
46. Ibd, P:31
47. Ibd, P:35
48. Ibd, P:36
49. Ibd, P:37
50. Ibd, P:38-39
51. Ibd, P:41
52. Ibd, P:42
53. Ibd, P:43
54. Ibd, P:45-46
55. Ibd, P:46

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

56. Ibd, P:47
57. Ibd, P:48
58. Ibd, P:49
59. A History of Muslim Philosophy I, P:601
60. Tahafut-al-falasifa( English Translation), P:45
61. Ibd, P:153
62. Ibd, P:155
63. Ibd, P:156
64. Ibd, P:162
65. Ibd, P:229
66. Ibd, P:231
67. Ibd, P:235
68. Ibd, P:236
69. Ibd
70. Tahafut-al-falasifa( English Translation), P:236
71. Ibd, P:241
72. Ibd
73. Ibd, P:243-44
74. Ibd, P:244
75. Ibd, P:245
76. Ibd
77. A History of Muslim Philosophy I, P:593
78. Ibd, P:592

۷۹۔ امام غزالی، شبلی نعمانی، ص:۳۵۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com